یااللہ مدد
لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
حق چاریار





مجلہ صفدر

اکابرین دیوبند بالخصوص
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

101-100

جون، جولائی 2019- رمضان المبارک تاذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ

سرپرست: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ

بانی: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ

بیت المقدس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ ہے اور نبیوں کا مسکن اور مدفن ہے۔ اور یہود نبیوں کے قاتل ہیں۔ اور قاتل کو ورثہ نہیں ملتا۔ اس لیے بیت المقدس کے وارث یہود نہیں مسلمان ہیں۔ (بیت المقدس کی سرزمین انبیاء کی زمین ہے۔ انبیاء کا یہ ورثہ) اگر (کسی کو) ملتا ہے تو اُس دین کو ملتا ہے جس نے سارے نبیوں کو اپنایا۔ اور جس نبی نے سارے نبیوں کا اکرام سکھایا۔

لیکن یہ سمجھ لو کہ تاریخ میں کسی کا نام اسلام کی حفاظت کرنے والوں میں آئے گا، اور کسی کا نام تاریخ میں میر جعفر، میر صادق کے ساتھ اسلام کے غداروں میں آئے گا۔ جو دین میں تحریف کرنے والے ہوں۔ (اُن کا نام غداروں کے ساتھ ہی ہوگا۔ اور اُن کو اس غداری پر ملے گیا کیا؟ کچھ بھی نہیں!) یہود نے تحریف کی تو انہیں کیا ملا؟ انہیں اللہ کی لعنت ملی، غضب ملا، ''ضربت علیهم الذلة والمسكنة''. (ان غداروں کو بھی) کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اللہ جل شانہ اس دین کے محافظ ہیں۔ [دین میں کتاب اللہ اور: ۳۱]

مطبوعہ دارالمطالعہ سرگودھا
0312 4612774 0334-4612774
khadim.khan4@yahoo.com

ترتیب

قارئین توجہ فرمائیں!

اِس ماہ سے مجلّہ صفدر کی قیمت فی شمارہ پینتیس (۳۵) روپے اور زرِ سالانہ چار سو (۴۰۰) روپے ہے۔

نیز یہ شمارہ جون، جولائی ۲۰۱۹ء [شمارہ نمبر ۱۰۰/۱۰۱] دو شماروں پر مشتمل ہے۔

پیامِ صفدر
مدیر کے قلم سے

تمہارے شر پر خدا کی لعنت!

پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم جناب عمران خان صاحب نے ۱۱/جون ۲۰۱۹ء کو اپنے ایک خطاب کے دوران کہا کہ:

''جب جنگ بدر ہوئی تھی تو صرف ۳۱۳/ تھے لڑنے والے، باقی ڈرتے تھے لڑنے کے لیے۔ جب جنگ اُحد ہوئی، سرکارِ مدینہ نے، جو تیر کمان والے تھے، اُن کو کہا کہ: تم نے اپنی یہ پوزیشن نہیں چھوڑنی، جب لوٹ مار شروع ہوئی تو وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ سرکارِ مدینہ کا حکم نہیں مانا۔''

عمران خان صاحب کی اس گفتگو سے چار باتیں ظاہر ہوئیں:

۱۔عمران خان صاحب کے نزدیک بدر میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ بزدل تھے۔نعوذ باللہ

۲۔اُحد میں ٹیلہ چھوڑنے والے تیر اندازوں نے سرکارِ مدینہ کی جانی بوجھی نافرمانی کی۔نعوذ باللہ

۳۔مالِ غنیمت اکٹھا کرنے والے (نعوذ باللہ) لٹیرے تھے۔

۴۔مالِ غنیمت کا مال (نعوذ باللہ) لوٹ مار کے زمرے میں آتا ہے۔

عمران خان صاحب کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق نہ تو یہ باتیں درست ہیں اور نہ ہی یہ انداز۔ نرم سے نرم الفاظ میں بھی یہ اُن کی ''جہالت'' اور ''بدتمیزی و بے ادبی'' ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ پاک نے جو شان اور مرتبہ عطا فرمایا وہ کسی منصف مزاج سے مخفی نہیں۔ اہل سنت کے تمام طبقات کے نزدیک بالاتفاق تمام صحابہ کرام یقینی اور قطعی طور پر ہر قسم کے اُخروی عذاب سے محفوظ ہیں، جنتی ہیں، برحق ہیں، معیارِ حق ہیں اور ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہیں۔ صفدر کے شمارہ نمبر ۹۶/ [فروری ۲۰۱۹ء] میں ''عدالت صحابہ'' کے عنوان سے ایک محقق مضمون حال ہی میں شائع ہو چکا ہے۔

۱)۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ جنگ بدر کسی باقاعدہ تیاری سے نہیں لڑی گئی، بلکہ ایک قافلہ کو پکڑنے کے لیے جلدی میں مسلمان روانہ ہوئے۔ بہت سے صحابہ کو اطلاع نہ ہو سکی۔ اور بعض حضرات اس وجہ سے ساتھ نہ ہوئے کہ ایک قافلہ کو پکڑنا ہے۔ زیادہ تعداد کی ضرورت نہیں۔ اگر بدر سے پیچھے رہ جانے والے بزدل ہوتے تو اُحد کے موقع پر وہ دشمن سے دوبدو جنگ پر اصرار کیوں کرتے؟ اگر صحابہ کرام نعوذ باللہ ڈرپوک ہوتے تو سیکڑوں کی تعداد ہزاروں سے کیوں جا ٹکراتی؟ اور ہزاروں کی تعداد لاکھوں

دشمنوں کو کیسے چنے چبواتے؟ غریب اور نادار لوگ جہاد سے پیچھے رہ جانے پر کیوں افسردہ ہوتے؟ موت کو سینے سے لگا کر ''فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃ'' (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) کے نعرے کیوں لگاتے؟

صحابہ کی زندگیاں بتاتی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بے شک بہادر اور نڈر تھے۔ میدان کے سپاہی اور جراءت وشجاعت کے علمبردار تھے۔ اُن کو کسی سے ''بہادری'' کی سند کی ضرورت نہیں۔ البتہ اُن کو ڈرپوک کہہ کر عمران خان صاحب نے اپنے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

۲۔ اور غزوۂ اُحد میں ٹیلہ چھوڑنے والے صحابہ کرام سے اجتہادی خطا ہوئی، جسے اللہ پاک نے معاف فرمادیا۔ اسے جانی بوجھی نافرمانی قرار دینا بھی سراسر جھوٹ اور ظلم عظیم ہے۔

۳۔ مالِ غنیمت بیت المال کی امانت ہوتی ہے، جب تک امیر جہاد کی طرف سے اس کا مخصوص حصہ مجاہدین میں تقسیم نہ کر دیا جائے، اس وقت تک کسی کے لیے بلااِجازت ایک پائی رکھنا بھی خیانت اور جرم ہے۔ لہٰذا بیت المال کے لیے مال اکٹھا کرنے کو ''لوٹ مار'' قرار دینا جہالت اور بدتمیزی کی انتہاء ہے۔

۴۔ اللہ پاک نے امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت کو حلال طیب قرار دیا۔ اور اس کے احکامات باقاعدہ قرآن پاک میں نازل فرمائے۔ جسے قرآن حلال قرار دے اور اس کے احکامات کو بیان کرے، اسے ''لوٹ مار'' سے تعبیر کرنا بے ادبی اور جہالت نہیں تو کیا ہے؟

☆......اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہ کرام کے ایمان کو معیار اور کسوٹی قرار دیا، اُن کو کامیاب ترین لوگ فرمایا، ان کے مومن بلکہ پکے مومن ہونے کی گواہی دی، اُن کو اپنی رضا کی سند عطا کی، اُن سب کے لیے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اُن کی لغزشوں کو معاف فرمایا، اپنے نبی کی زبان سے بدر والوں کے لیے اعملوا ماشئتم[بخاری:۳۹۸۳] (تم جو چاہے کرو) کا اعلان کروایا، اُن کی خاص صفت بیان کی کہ وہ راہِ خدا میں اپنا مال لٹانے اور خرچ کرنے والے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے مشاورت کا حکم دیا۔

عمران خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ: کیا اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ یہ سب کچھ نافرمانوں، لٹیروں اور بزدلوں کے بارے میں فرمایا؟ اُن کے ایمان کو معیار قرار دیا؟ اُنہیں کامیاب ترین لوگ کہا، اُن کے پکے مومن ہونے کی گواہی دی، اُن کو دنیا میں ہی رضا کی ضمانت دے دی، نبی کو اُن سے مشورے کا حکم فرمایا۔

کیا لٹیروں کا ایمان معیار ہوا کرتا ہے؟ کیا نافرمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم نبی کو دیا جاتا ہے؟ کیا لٹیروں اور نافرمانوں کو اللہ کی رضامندی کی سند ملا کرتی ہے؟ کیا اپنا مال راہِ خدا میں لٹانے والے ''لٹیرے'' ہوتے ہیں؟ عمران خان صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں کہ: نعوذ باللہ ریاست مدینہ کے باشندے لٹیرے تھے!؟

☆......نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو خبردار کیا کہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ صحابہ کو تنقید کا نشانہ بنانے سے بتاکید منع فرمایا، اُن سے محبت کی وجہ نبی کے ساتھ محبت کو قرار دیا،

اُن سے بغض کی وجہ نبی کے ساتھ بغض کو فرمایا، اُن کو ایذا پہنچانے والے کو کہا کہ تم نے نبی کو ایذا پہنچائی۔[ترمذی:۳۸۶۲] وزیر اعظم جناب عمران خان صحابہ کرام پر جھوٹے الزامات لگا کر اور اُن کی بے ادبی کر کے اُن کو ایذا پہنچا رہے ہیں جو درحقیقت سرکارِ مدینہ کو ایذاء پہنچانے کے مترادف ہے۔

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ستاروں کی مانند قرار دیا۔[مشکوۃ:۲/۵۵۴] اور اپنے اہل بیت کو سفینہ نوح قرار دیا۔[مشکوۃ:۲/۵۷۳] اور سفینہ والے ستاروں سے راہ نمائی لیا کرتے ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنی سنت کی طرح لازم قرار دیا۔[ترمذی: ۲۶۷۶] اپنے ساتھ اپنے صحابہ کے طریقہ کو بھی نشان نجات فرمایا۔[ترمذی:۲۶۴۱] کیا عمران خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ: کبھی بزدل، لٹیرے اور نافرمان بھی نجوم ہدایت ہوسکتے ہیں؟ کیا سرکارِ مدینہ نے نعوذ باللہ ڈرپوک، نافرمان اور لٹیرے لوگوں کے نقش قدم کو نشانِ نجات قرار دیا؟ اور اُن کی سنت کو اپنی سنت کی طرح لازم قرار دیا؟

☆......صحابہ کرام کا محفوظ ہونا اور تنقید سے بالاتر ہونا متفق علیہ مسلمات میں سے ہے۔ کیا وزیر اعظم صاحب یہ وضاحت کر سکتے ہیں کہ: نعوذ باللہ پوری امت لٹیروں اور نافرمانوں کو تنقید سے بالاتر قرار دے رہی ہے؟

☆......پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ دین صحابہ کا صدقہ ہے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ملک (پاکستان) بھی صحابہ کا صدقہ ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اور اسلام ہم تک پہنچنے کا واحد اولین ذریعہ صحابہ ہیں۔ صحابہ نہ ہوتے آج دین نہ ہوتا، دین نہ ہوتا تو یہ ملک نہ ہوتا۔ ہمارا دین بھی صحابہ کا صدقہ، ہمارا ملک بھی صحابہ کا صدقہ۔ وزیر اعظم جناب عمران خان صاحب قوم کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں کہ: نعوذ باللہ ہمارا دین نافرمانوں لٹیروں اور بزدلوں کا صدقہ ہے؟ اور میں کہتا ہوں کہ نمک حرامی کی انتہاء ہے کہ عمران خان صاحب جس ملک کے وزیر اعظم ہیں، وہ ملک جن ہستیوں کا صدقہ ہے، اُن کو وہ بزدل، لٹیرا اور نافرمان کہہ رہے ہیں؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، بعد والے اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں تو میرے صحابی کے ایک مد یا نصف مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوسکتے۔[مسلم: ۲/۳۱۰......ترمذی:۳۸۶۱] حکیم العصر شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُحد پہاڑ تقریباً بارہ (۱۲) کلومیٹر لمبا ہے۔ اور موٹائی (اور اونچائی) بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ جبکہ مد تقریبا تین پاؤ اور نصف مد تقریبا ڈیڑھ پاؤ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ یعنی صحابہ کے بعد والے لوگ بارہ کلومیٹر لمبے پہاڑ جتنا سونا خرچ کریں تو صحابہ کے ڈیڑھ یا تین پاؤ جَو کے خرچ کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔[خطبات حکیم العصر:۲/۳۹۳]

گویا سرکارِمدینہ کی مجلس کی خدا کے ہاں اتنی قدر و قیمت ہے کہ جس کو ایمان کی حالت میں سرکارِمدینہ کی مجلس نصیب ہوگئی، اُس کا درجہ تمام امتوں سے بڑھ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سرکارِ مدینہ کی مجلس نصیب فرمادی۔ میں عمران خان صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ: نعوذ باللہ کیا یہ شان لٹیروں، بزدلوں اور نافرمانوں کی ہے؟

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا۔ اور میرے لیے میرے صحابہ کو بھی اللہ نے ہی چنا۔ [الاصابہ:۱/۱۶۵] عمران خان صاحب یہ بتاسکتے ہیں کہ: کیا نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ نے سرکارِمدینہ کے لیے لٹیروں، بزدلوں اور نافرمانوں کو چنا تھا؟

☆......سرکارِمدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے، تو تم کہو: تمہارے شر پر خدا کی لعنت!۔ [ترمذی:۳۸۶۶] آج پاکستانی قوم دیکھ رہی ہے، بلکہ عالم اسلام دیکھ رہا ہے کہ ریاست مدینہ کا نام لینے والا، ریاستِ مدینہ کے باشندوں اور سرکارِ دوعالم کے صحابہ کو: ’’ڈرپوک، لوٹ مار کرنے والے اور اور سرکارِ مدینہ کا حکم نہ ماننے والے‘‘ کہہ رہا ہے۔ لہٰذا پوری قوم بلکہ پوری امت مسلمہ سرکارِمدینہ کے حکم کے مطابق جناب عمران خان صاحب سے یہ کہنے پر مجبور ہے:

عمران خان! تمہارے شر پر خدا کی لعنت! تمہارے شر پر خدا کی لعنت! تمہارے شر پر خدا کی لعنت!

☆......☆......☆......☆

صفحہ نمبر17کا بقیہ...... دین کی دعوت اور مسلک کی حفاظت

، میں نے کہا: اگر میں خاموش رہتا تو نقصان کس کا ہوتا؟ تم تو اپنی گمراہی برابر پھیلاتے رہتے، اور بے خبر مسلمان تمہارے جال میں پھنستے رہتے، اس طرح اہلِ حق کی تعداد گھٹتی جاتی، پس ہم مسلکِ حق کی دعوت نہیں دیتے، اس کی حفاظت کرتے ہیں، دعوت تو آپ حضرات دیتے ہیں۔

ایک غیر مقلد عالم لقمان صاحب نے اپنے کسی دوست کو خط میں لکھا تھا، کہ ایک حنفی کو اہلِ حدیث بنانا، اتنے کافروں کو مسلمان بنانے سے بہتر ہے، اب سوچو! مسلک کی دعوت کون دیتا ہے؟ دار العلوم دیوبند دیتا ہے، یا گمراہ فرقے دیتے ہیں؟

[ماخوذ: جلسہ تعزیت کا شرعی حکم، صفحہ نمبر:۷۷تا۸۶......ناقل: عادل سعیدی دیوبند]

کتاب حاصل کرنے کا پتہ: مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی انڈیا

فون نمبر: 09997866990......09358914948

☆......☆......☆......☆

خطاب: قائداہل سنت وکیل صحابہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ [تلخیص: حنظلہ ضمیر منہاس]

حق وباطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر

مدینہ منورہ پرایک کامیاب حملہ کرنے کے لیے قریش نے جنگی تیاریاں شروع کردیں۔اس مقصد کے لیےانہوں نے ملک شام کوایک تجارتی قافلہ بھیجا......جس میں عورتوں تک نے اپنا سرمایہ لگادیا......تاکہ اس قافلے کے تجارتی منافع کومسلمانوں کے مقابلے میں ایک جنگی قوت مہیا کرنے پرلگایا جائے۔اس قافلہ کے سالار ابوسفیان تھے(جوبعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہ)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کواس قافلے کی واپسی کی اطلاع ملی کہ انہوں نے مدینہ شریف سے ہی گزرنا ہےتو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کواس قافلہ پرحملہ کرنے کا حکم دے دیا تاکہ وہ جنگی طاقت جومسلمانوں کے خلاف تیار کی جارہی ہے اس کوان کے جارحانہ اقدام سے پہلے ہی ختم کردیا جائے۔ یہ ایک جنگی دفاعی تدبیرتھی جس کوکوئی بھی اہلِ عقل وفہم ناجائز نہیں کہہ سکتا۔

مزید براں مکی زندگی میں مسلمانوں پرقریش کے بے پناہ مظالم......پھرمدینہ منورہ میں بھی ان کوچین سے نہ بیٹھنے دینا بلکہ ان کوصفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیےان کے مذموم عزائم......کیا اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ مظلوم مسلمان اسلام کی بقاء کی خاطرقریش کی جارحیت کا جواب دیں اورظالم پنجے کواس کے اٹھنے سے پہلے ہی توڑدیں؟ آنحضرت ﷺ کی قیادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصد ظلم کوپھیلانا نہیں بلکہ ظلم کو مٹانا تھا......اصلاحی جہاد کا دراصل مقصد ہی یہی ہے کہ طاغوتی طاقتوں کا استیصال کرکے اللہ کے بندوں کوامن وسلامتی اورنجات وفلاح کے راستے پرچلایا جائے۔اسی مقصدعظیم کے لیے حضوررحمۃ للعالمین ﷺ ان نازک حالات کے تحت فوری تیاری کرکے اپنے ۳۱۳/غازیانِ اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ابوسفیان کو جب آنحضرت ﷺ کے اس اقدام کی اطلاع ملی توانہوں نے مزید کمک حاصل کرنے کے لیے اپنا قاصد مکہ روانہ کردیا۔قریش مکہ جوپہلے ہی مدینہ پرحملے کی تیاریاں کررہے تھے مشتعل ہوکرابوجہل کی قیادت میں اپنی پوری جنگی قوت کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔اس موقع پرکفار کی تعداد ایک ہزارتھی۔ان کے پاس سات سو اونٹ اورتین سوگھوڑے تھے۔رؤسائے قریش ہرمنزل پرباری باری نوسے دس اونٹ ذبح کرتے تھے۔

ادھرابوسفیان نے مسلمانوں کے حملے سے بچنے کے لیے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ راستہ بدل دیا اور سلامتی سے نکل گئے۔راستے میں جب آنحضرت ﷺ کوقافلہ کے بچ نکلنے اورلشکرِقریش کے آنے کا علم ہواتو

اپنے جاں بازوں سے مشورہ لیا کیونکہ مجاہدینِ اسلام کی تعداد تھوڑی تھی اور وسائل بھی کم تھے۔ چنانچہ لشکرِ اسلام میں ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ عالمِ اسباب کے پیشِ نظر جب رحمۃ للعالمین ﷺ نے قریش کے مقابلے کے لیے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے قریش سے جنگ کرنے کے لیے پُر جوش تقریریں کیں، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے (جو مہاجرین اولین میں سے ہیں) عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں ہیں جنھوں نے کہا تھا 'اے موسیٰ! آپ اور آپ کا خدا جاکر دشمن سے لڑیں۔ ہم تو یہاں بیٹھ کر دیکھیں گے۔' بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے آپ کے حکم سے جانیں قربان کریں گے۔'' سرفروشوں کی ان تقریروں سے آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک چمک اُٹھا لیکن آپ دراصل انصار کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ انصار نے جب محسوس کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (رئیس خزرج) نے یوں تقریر کی کہ ''حضور ﷺ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کودنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جس سے چاہیں جوڑیں اور جس سے چاہیں توڑیں۔ جس سے چاہیں صلح کریں، جس سے چاہیں جنگ کریں۔ ہمیں سب کچھ منظور ہے۔'' مہاجرین و انصار کے ان فدا کارانہ بیانات سے آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور قریش کے مقابلے میں جانے کا حکم دے دیا، حتیٰ کہ اِدھر سے قریش اور اُدھر سے لشکرِ اسلام بدر کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ لشکرِ قریش نے پہلے پہنچ کر جنگی لحاظ سے سخت زمین اور پانی پر بھی قبضہ کر لیا، لشکرِ اسلام کو ریتلی زمین ملی اور پانی کی مقدار بھی ناکافی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے لیے میدانِ جنگ کے ایک طرف ٹیلہ پر عریش (چھپر) بنایا گیا جس میں یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی معیت میں اندر تھے اور باہر تلوار لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے رہے۔ (اب اس جگہ مسجد بنا دی گئی ہے جس کا نام مسجد عریش ہے۔) رحمۃ للعالمین ﷺ نے رات کو میدانِ جنگ کا جائزہ لیا اور رؤسائے کفر کے بارے میں فرمایا کہ فلاں اِس جگہ ہلاک ہوگا اور فلاں اُس جگہ۔ ابوجہل کے مقامِ ہلاکت کی بھی نشان دہی فرمائی۔

دعائے نبوی:

اپنے عریش (چھپر) میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں کرتے رہے اور یہاں تک زاری کی:

اللھم اَنْجِزْلِی مَاوَعَدْتَنِی اللھم اٰتنی مَاوَعَدْتَّنِی اللھم اِن تَھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تَعْبَدُ فِی الْاَرْضِ. [صحیح مسلم :۱۷۶۳] (اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پُورا فرما۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری (خالص)

عبادت نہیں ہوسکے گی۔)

رحمۃ للعالمین ﷺ پر شانِ عبدیت کا غلبہ تھا۔آپ حق تعالیٰ کی بے نیازی کے پیش نظر سجدہ و دعا میں مستغرق تھے۔اس حال میں چادر مبارک کندھے سے اُتر جاتی تھی ادھر حضرت صدیق اکبرؓ اپنے محبوب اعظم ﷺ کی اس پریشانی کی وجہ سے پریشان تھے۔چادر اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مبارک پر ڈال دیتے تھے اور دربارِ نبوی میں عرض کر رہے تھے کہ حضور ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورے کرے گا۔آخر آنحضرت ﷺ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور بشارت سنائی کہ:سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (سورة القمر :ع ۳، آیت ۴۵)(عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔)

۱۷/رمضان المبارک ۲/ہجری جمعہ کے دن یہ عظیم معرکۂ بدر پیش آیا۔

کُھلی جنگ ہونے سے پہلے مسلمانوں کے پانی کے حوض پر قریش نے تیر برسانے شروع کر دیے تھے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مِہجع رضی اللہ عنہ تیر لگنے سے شہید ہوگئے۔یہ معرکۂ بدر کے پہلے شہید تھے۔ان کے بعد پانی پینے کے موقع پر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن سراقہ بھی دشمن کے تیر سے شہید ہوگئے۔اس سلسلہ میں ایک شقی کافر اسود مخزومی حوض کو تباہ کرنے کے لیے حملہ آور ہوا تو اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔بعدازاں جب مومنین اور کافرین کے دونوں لشکر مقابلے میں آئے تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے غازیانِ بدر کی صفیں درست کیں۔آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں نیزہ تھا۔اُدھر ابو جہل گھوڑے پر سوار کفار کی صفیں درست کر رہا تھا۔قریش اپنی جنگی قوت اور تعداد پر نازاں تھے۔قریش کا سپہ سالار عتبہ تھا جو مکہ کا رئیس اعظم تھا۔وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ساتھ میدانِ کارزار میں نکلا اور''هل من مبارز'' کی صدا بلند کی۔یعنی کوئی ہے جو ہمارے مقابلہ پر آئے۔کفر کی اس للکار پر لشکرِ اسلام میں سے انصار کے یہ تین غازی مقابلے میں نکلے۔حضرت عوف بن حارث، حضرت معاذ بن حارث اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم،عتبہ نے ان کا نام ونسب دریافت کیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ انصار میں سے ہیں تو کہا کہ تم ہمارا جوڑ نہیں۔ہمارا جوڑ وہ ہیں جو ہماری برادری کے ہیں۔وہ ہمارے مقابلے پر آئیں۔تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے چچازاد بھائی حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب کو مقابلے کے لیے میدان میں نکالا۔اس مقابلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عتبہ کا بھائی شیبہ تھا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کی تلوار سے سخت زخمی ہوگئے،آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے

آئے۔رحمۃ للعالمین نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور ان کو شہادت کی بشارت دی۔چنانچہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بدر سے واپسی پر راستہ میں وفات پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون! (حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے عمر میں دس سال بڑے اور اصحابِ بدر میں سب سے معمر صحابی تھے۔رضوان اللہ علیہم۔)

جنگ کا آغاز:

مبارزت کے بعد مؤمنین ومشرکین کی عام جنگ شروع ہوگئی جس میں ۱۴رصحابہ کرام نے شہادتِ عظمیٰ کا جام نوش فرمایا ان میں ۶رمہاجرین اور ۸رانصار تھے۔کفارِ قریش میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار کرلیے گئے۔ان مقتولین میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید اور امیہ بن خلف وغیرہ شامل ہیں۔یہ وہی امیہ ہے جو حضرت بلالؓ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا اور جن ۱۴ررؤسائے قریش نے مکہ کے دارالندوہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا تھا ان میں سے گیارہ سردارانِ قریش مارے گئے اور تین بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا تھا لیکن بعد میں وہ عذاب کے پھوڑے سے ہلاک ہوا۔اس کے بدن میں اس قدر بدبو پھیل گئی کہ اس کی میت مکان سے باہر نہ نکال سکے، وہاں ہی زمین میں گاڑ دیا گیا۔ابوجہل کو معاذ اور معوذ دو انصاری بھائیوں نے قتل کیا۔ابوجہل اور دوسرے رؤساء کی لاشیں اسی جگہ ملیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان دہی فرمائی تھی۔ابوجہل کی لاش جب ملی تو وہ ابھی جاں بلب تھا۔حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کو قتل کرنے کے لیے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تو اُس نے گُھور کر کہا کہ اے بکریاں چرانے والے! تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔پھر کہا کہ تم نے قتل تو کرنا ہے لیکن میرا سر شانہ سے اُتارنا تاکہ قریش کے تمام مقتولین میں میری گردن بلند نظر آئے......اس موقع پر ابوجہل نے یہ بھی کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ آج تمہاری عداوت اور بُغض میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ ہے۔(العیاذ باللہ) حضرت ابن مسعودؓ ابوجہل کا سَر کاٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور اس کا پیغام بھی سنایا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے بھی سخت تھا۔فرعونِ موسیٰ نے تو مرتے وقت توبہ کی (جو قبول نہ ہوئی) لیکن اس نے تو بجائے توبہ کے اور بھی تکبر کا اظہار کیا ہے۔مقتولین قریش میں سے ۲۴ررؤسائے قریش کی لاشیں ایک گندے کنوئیں میں ڈال دی گئیں اور باقیوں کو دوسری جگہ گاڑ دیا گیا۔یہ ہے کفار ومشرکین کا انجام کہ قادرِ مطلق نے حسبِ وعدہ ان کی جڑ ہی کاٹ دی اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جہاد حقیقتاً ایک بڑی رحمت ثابت ہوا کہ طاغوتی رکاوٹیں ہٹادی گئیں اور توحید رسالت کے انوار اطرافِ عالم میں پھیل گئے۔

سب غزوات میں غزوۂ بدر کا درجہ ارفع واعلیٰ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما

تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ۳۱۳/اصحاب رضی اللہ عنہم نے قریشِ مکہ سے یہ عظیم جنگ لڑی...... جس میں ۱۴/اصحاب رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا (جن میں ۶/مہاجر اور ۸/انصار تھے) اور قریش میں سے ستر کافر قتل کیے گئے۔ جن میں قریش کا سرغنہ ابوجہل، سپہ سالار عتبہ اس کا بیٹا ولید، اس کا بھائی شیبہ اور دیگر زُعماء قریش ابوالبختری، زعمہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبۃ ابن الحجاج وغیرہ مقتول ہوئے اور ستر قریش کو اسیر بنایا گیا جن میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے چچا حضرت عباس، حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد (حضرت زینبؓ کے شوہر) ابوالعاص بھی تھے۔ یہ تینوں حضرات بعد میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

غزوہ بدر کی خصوصیات:

۱......غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور عظیم معرکہ ہے جس میں ایک ہی قبیلۂ قریش کے عزیز و اقارب ایک دوسرے کے مقابلے میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ ایک طرف لشکرِ اسلام تھا جبکہ دوسری جانب لشکرِ کفر۔

۲......سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں جنگِ بدر کی تفصیلات مذکور ہیں جن میں غازیانِ بدر کی نصرت کے لیے رب العالمین نے ملائکہ بھیجنے کی اطلاع دی ہے۔

۳......غازیانِ بدر کے ساتھ ہوکر ملائکہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

۴......اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کو مطمئن کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کردی۔

۵......اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر کے لیے خصوصی طور پر بارش نازل کردی۔

۶......میدانِ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی بھر کر لشکرِ کفار کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے یہ فرمایا ''شاھت الوجوہ'' تو کفار میں بھگدڑ مچ گئی۔

۷......اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کی نگاہ میں کفار کو تھوڑا کر کے دکھایا اور کافروں کی نگاہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کم کر کے دکھلایا۔

۸......اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے سلسلے میں یہ بشارت سُنادی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کی جڑ کاٹ دے گا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور غازیانِ بدر کو ایک تاریخی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔ اس دعائے نبوی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالمِ اسباب میں یہ غازیانِ بدر حق تعالیٰ کی توحید بقا کا واحد سبب تھے۔ دین و شریعت کے تحفظ اور غلبہ کے لیے بطور جارحۂ الٰہی تھے۔ انہی کی قربانیوں کی وجہ سے آج ہم کو اسلام اور قرآن کی نعمت نصیب ہوئی ہے۔ یہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اور خصوصاً اصحابِ بدر قیامت تک کی امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لیے عظیم محسن ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ☆☆

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ
[شیخ الحدیث وصدرالمدرسین: دارالعلوم دیوبند......وناظمِ اعلیٰ: کل ہند مجلسِ تحفظِ ختم نبوت]

دین کی دعوت اور مسلک کی حفاظت

مسالک کا ذکر تہتر (۷۳) فرقوں والی حدیث میں ہے، اُن میں سے بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے، صرف اہل السنۃ والجماعۃ عقائد کی صحت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے، پس لوگوں کو دعوت تو دین کی دی جائے، مگر گمراہ جماعتوں کی طرف سے، اہل السنۃ والجماعۃ کے معتدل مسلک (دیوبندیت) پر حملہ ہو، تو اس کی مدافعت بھی ضروری ہے، بلکہ اس کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے، اگر اہل السنۃ والجماعۃ خاموش رہیں گے، اور گمراہ فرقوں کی گمراہی واضح نہیں کریں گے، تو نقصان اہلِ حق کا ہوگا، گمراہ فرقے اپنی گمراہی پھیلاتے رہیں گے، اور اہلِ حق کی زمین سکڑتی رہے گی۔

سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۳ ہے: وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔ترجمہ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے، جو کہ مستقیم ہے، سو اِس راہ پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ تاکیدی حکم دیتے ہیں، تاکہ تم اس کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو۔

تفسیر: اللہ کا راستہ یعنی اسلام کا راستہ، اور اہل السنۃ والجماعۃ کا راستہ، اور دوسری راہیں یعنی دوسرے دھرم، اور مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی راہیں، پس متعین طور پر مسلمانوں کو اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ پر چلنا چاہیے، دوسرے دھرموں سے، اور گمراہ فرقوں کی راہوں سے بچنا چاہیے، تہتر (۷۳) فرقوں والی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے، اور اجتہاد کا دخل فروعات میں ہوتا ہے، اُصول میں نہیں ہوتا، اسی لیے چاروں فقہی مکاتبِ فکر کو برحق مانا جاتا ہے۔

اگر اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی حفاظت نہیں دی جائیگی، اور گمراہ فرقوں کی گمراہی نہیں کھولی جائیگی، اور سبھی فرقوں کو صحیح مان لیا جائیگا، تو گمراہی پھیلتی رہے گی، اور اہلِ حق سمٹتے چلے جائیں گے۔

لطیفہ:

پروفیسر خسرو صاحب، وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قصہ ہے: طلبہ میں جھگڑا ہوا، حرب و ضرب کی نوبت آئی، ایک فریق وائس چانسلر کے پاس آیا، اُس نے دوسرے فریق کی شکایت کی، خسرو

صاحب نے وہ شکایت غور سے سنی، اور جواب دیا: آپ صحیح کہتے ہیں۔ وہ مطمئن ہوکر چلے گئے، پھر دوسرا فریق آیا، اس نے بھی اپنے مقابل کی شکایت کی، وائس چانسلر صاحب نے وہ بھی بغور سنی، اور ان سے کہا: آپ حضرات نے صحیح کہا۔ وہ مطمئن ہوکر چلے گئے، پس اُن کی بیگم نے کہا: آپ بھی عجیب گھن چکر ہیں، دونوں سے کہا: آپ صحیح کہتے ہیں۔ پس پروفیسر صاحب نے بیگم سے فرمایا: آپ بھی صحیح فرماتی ہیں۔ یہی صورتِ حال مذاہب باطلہ اور اہل سنت کی سیدھی راہ کی ہوکررہ جائیگی، جو آیتِ کریمہ اور حدیث کے خلاف ہے۔

غرض دعوت تو بیشک دین کی دی جائے، مگر مسلکِ حق کی حفاظت بھی ضروری ہے، جب بھی مسلکِ حق پر حملہ ہوا، تو دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے اس کی مدافعت کی، قیامِ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ، غیرمقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا، جس میں متحدہ ہندوستان کے تمام احناف کو چیلنج دیا، دس مسائل حدیث سے ثابت کرو، اور اس پر بڑا انعام رکھا، پھر یہ اشتہار ہندوستان میں تو تقسیم نہیں کیا، دارالعلوم دیوبند کے طلبہ میں تقسیم کیا، اس کا صاف مطلب یہ تھا، کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کو چیلنج دیا، اس کے جواب میں ''ادلۂ کاملہ'' لکھی گئی، وہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے نام سے چھپی، مگر کہتے ہیں، کہ علم اور قلم حضرت نانوتویؒ کا ہے۔

اس کتاب کا جواب غیرمقلدین نے ''مصباح الادلہ'' کے نام سے دیا، یہ نام بے ڈھنگا تھا، اِس نام کا مطلب یہ تھا، کہ مصنف نے ادلۂ کاملہ کے دلائل کی وضاحت کی ہے، حالانکہ وہ ادلۂ کاملہ کے رد میں لکھی گئی تھی، اس کتاب کا مصنف بعد میں قادیانی ہوگیا تھا۔ پھر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد، حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے اس کا رد لکھا، اس کا نام ''ایضاح الادلہ'' رکھا، یعنی ادلہ کاملہ کے دلائل کی وضاحت۔ اس واقعہ میں غور کریں، جب اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک پر غیرمقلدین کی طرف سے حملہ ہوا، تو مدافعت ضروری ہوئی، یہی مسلک کی حفاظت ہے۔

پھر عرصہ بعد جماعتِ اسلامی کا قیام عمل میں آیا، سب سے پہلے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے عظمتِ صحابہ کے مسئلہ کو لے کر اختلاف کیا، دیوبند عظمتِ صحابہ کے مسئلہ میں بہت حساس ہے، جب جماعت کے دستور میں لکھا گیا، کہ اللہ ورسول کے سوا کسی کی ذہنی غلامی نہ کی جائے، تو سوال پیدا ہوا، کہ صحابہ کے اقوال وافعال حجت ہیں، یا نہیں؟ جماعت نے آج تک یہ مسئلہ صاف نہیں کیا، وہ کہتے ہیں: ہم صحابہ پر کہاں تنقید کرتے ہیں؟ سوال تنقید اور عدمِ تنقید کا نہیں ہے، معیارِ حق ہونے کا ہے، جماعت نے اس کا اعتراف نہیں کیا، اس لیے اس کو گمراہ قرار دیا گیا، پھر حضرت مدنی قدس سرہٗ کے نقشِ قدم پر، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ نے بھی جماعتِ

اسلامی سے اختلاف کیا۔

اس وقت دارالعلوم دیوبند کے بعض چھوٹے اساتذہ، مودودی صاحب کی تحریروں سے متأثر ہوگئے تھے، مظاہر علوم سہارنپور کے بعض اساتذہ بھی متأثر ہوئے تھے، بلکہ مولانا زکریا قدوسی تو باقاعدہ جماعت کے ممبر بن گئے تھے، اس وقت دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ان اساتذہ سے، جو مودودی صاحب کی تحریروں سے متأثر ہوئے تھے، ان کی کتابوں کا رد لکھوایا، مودودی صاحب کی ایک کتاب ہے ''معراج کی رات''، اس کا رد مولانا سالم صاحبؒ سے لکھوایا، جس کا نام ''حقیقتِ معراج'' ہے، اسے ادارہ نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند نے شائع کیا۔

اور مظاہر علوم سہارنپور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ نے مودودی صاحب کے رد میں ''فتنۂ مودودیت'' نام کی کتاب لکھی، اب یہ کتاب ''جماعتِ اسلامی ایک لمحۂ فکریہ'' کے نام سے شائع ہوتی ہے، اس کا مسودہ ان چھوٹے اساتذہ کے پاس بھیجا، جو جماعت کے لٹریچر سے متأثر ہوئے تھے، اور مولانا قدوسی کو ملازمت سے برطرف کردیا، اس طرح وہاں اس فتنہ پر قابو پایا گیا، یہ سب کچھ مسلکِ دیوبند کی حفاظت کے لیے تھا، جو اہلِ حق کے لیے ضروری تھا۔

ایک واقعہ:

جب دارالعلوم دیوبند میں اجلاسِ صد سالہ ہوا، تو حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ مہتمم تھے، انہوں نے درجۂ علیا کے اساتذہ، اور وسطیٰ الف کے اساتذہ کو مدعو کیا، میں اس وقت وسطیٰ الف میں تھا، اس مجلس کا موضوع تھا، کہ اجلاسِ صد سالہ میں کن لوگوں کو دعوت دی جائے؟ تمام اساتذہ متفق ہوئے، کہ صرف اہلِ حق کو دعوت دی جائے، گمراہ فرقوں کو دعوت نہ دی جائے، پھر سب سے پہلے غیر مقلدین کا تذکرہ آیا، تمام اساتذہ متفق ہوئے، کہ وہ اہلِ حق میں شامل نہیں، ان کو دعوت نہ دی جائے۔ پھر جماعتِ اسلامی کا تذکرہ آیا، صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہٗ نے، حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ سے عرض کیا، کہ وہ اہلِ حق میں شامل ہیں، ان کو دعوت دی جائے۔ اُن کی بات سن کر تمام بڑے اساتذہ خاموش رہے، جب کوئی نہ بولا، تو میں نے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ سے عرض کیا، کہ مودودی جماعت اہلِ حق میں شامل نہیں، ہمارے اکابرین نے ان کو گمراہ قرار دیا ہے، لہٰذا اُن کو دعوت نہ دی جائے۔

جب میں نے یہ بات کہی، تو حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہٗ میری طرف متوجہ ہوئے، اور پوچھا کہ وہ کیوں گمراہ ہیں؟ میں نے وجہ بیان کی، تو انہوں نے اس کا جواب دیا، میں نے دوسری وجہ بیان کی، تو آپ نے اس کا بھی جواب دیا، پھر میں نے تیسری وجہ بیان کی، تو وہ خاموش ہوگئے، یہ گفتگو آدھا گھنٹہ چلی، آخر میں حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا: میں نے آپ دونوں حضرات کی گفتگو غور سے سنی، میری رائے یہ ہے،

کہ اُن کو دعوت نہ دی جائے، حضرت قدس سرہٗ کی بات فیصلہ کن ہوتی تھی، چنانچہ اہتمام سے مولانا اسلم صاحب قاسمی قدس سرہٗ (ناظمِ اعلیٰ اجلاسِ صد سالہ) کے نام حکم گیا، کہ مودودی جماعت کو بک اسٹال لگانے کے لیے جو جگہ الاٹ کی گئی ہے، وہ منسوخ کر دی جائے۔

غرض دار العلوم دیوبند مسلک کی دعوت نہیں دیتا، اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلکِ معتدل کی حفاظت کرتا ہے، چار فقہی مذاہب مختلف مسالک ہیں، دار العلوم دیوبند میں ہر مسلک کے طالبِ علم پڑھتے ہیں، جنوب کے شوافع بڑی تعداد میں ہیں، مگر دار العلوم دیوبند کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایک بھی شافعی طالبِ علم دار العلوم دیوبند میں پڑھ کر حنفی نہیں ہوا، اس لئے کہ دورۂ حدیث کے اساتذہ مسلک کی دعوت نہیں دیتے۔

ایک واقعہ:

میرا ایک مرتبہ کیرالہ جانا ہوا، وہاں میں نے غیر مقلدین کے خلاف ایک تقریر کی، حضرت مولانا نوح صاحب قاسمیؒ نے، جو میرے میزبان تھے، کہا کہ ہمیں دس دن کا وقت دے، ہم اس موضوع پر کیرالہ میں اجلاس کرائیں گے، میں نے مولانا نوح صاحب سے کہا، کہ آپ حضرات تو شوافع ہیں، آپ کے ڈانڈے غیر مقلدین سے ملتے ہیں، آپ بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں، آپ بھی رفعِ یدین کرتے ہیں، وہ بھی کرتے ہیں، آپ بھی زور سے آمین کہتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں، پس آپ کا اُن سے اختلاف کہاں ہے؟ مولانا نوح صاحب نے فرمایا، کہ غیر مقلدین تو ہم کو بھی مشرک کہتے ہیں، اس لیے پروگرام رکھنا ضروری ہے، پھر مولانا نوح صاحب کی حیات میں دوبارہ جانا نہیں ہوا۔

مسلک کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے:

حدیث شریف میں ہے: مَن تشبَّہ بِقومٍ فھو منھم ، جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ ان میں شامل ہے، اس حدیث کا مقصودِ کلام تو شعائرِ دینیہ ہیں، مگر اس حدیث سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے، کہ مسلکِ حق کو اشتباہ سے بچانا بھی ضروری ہے، آج یہ بات زور وشور سے چلائی جا رہی ہے، کہ دعوت صرف دین کی دی جائے، مسلک کی دعوت نہ دی جائے، مسلک وجہِ ترجیح تو ہو سکتا ہے، مگر دعوت کا موضوع نہیں ہو سکتا۔

یہ بات صحیح نہیں، جیسے یہ نظریہ کہ تمام مذاہبِ عالم اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کی محنتیں ہیں، کوئی راستہ سیدھا ہے، کسی میں نشیب وفراز ہیں، پس دیر سویر تمام مذاہب، اللہ تعالیٰ تک پہنچیں، اور نجات پائیں گے، یہ نظریہ بھی بڑا خوش آئند ہے، مگر صد فی صد غلط ہے، یہ بات اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے، جب تمام مذاہب کا قبلۂ توجہ ایک ہو، ایک بدّو اونٹ پر جا رہا تھا، کسی نے پوچھا: کہاں کا قصد ہے؟ اس نے کہا: مکہ جا رہا ہوں، سائل نے کہا: تو کبھی بھی مکہ نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ تو جس راستے پر چل رہا ہے، وہ خراسان کا راستہ

ہے۔پس ایک بندہ جوایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کو مانتا ہے،اوراسی کی عبادت کرتا ہے،دوسرا بندہ دوخدا مانتا ہے،تیسرا تین خدامانتا ہے،چوتھاہزاروں بھگوان مانتا ہے،اوران کی بندگی کرتا ہے،یہ چاروں ایک منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

اسی طرح تہتر(۷۳)فرقوں والی حدیث میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ کوناجی قرار دیا گیا ہے،اور باقی بہتر(۷۲)کوناری قراردیا ہے،پس ان میں شمولیت سے بچنا ضروری ہے،مسلکِ حق پر(اہل السنۃ و الجماعۃ کے معتدل مسلک پر)جوہوگا،وہی ناجی ہوگا،نیز بہتر(۷۲)فرقوں کی مشابہت سے بچنا بھی ضروری ہے،مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے۔

ایک واقعہ:

حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی قدس سرہٗ مجھ سے بہت مقدم تھے،مگران کے علم وفضل کی وجہ سے میرا اُن سے تعلق تھا،انہوں نے جب فقہی سیمیناروں کا سلسلہ شروع کیا،تو میں شروع سے اُن کے سیمیناروں میں شرکت کرتا تھا،چوتھے سیمینار کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا:میں ایک سیمینار دارالعلوم دیوبند میں کرنا چاہتا ہوں،آپ مہتمم صاحب سے اجازت لے لیں،خرچ ہم کریں گے،دارالعلوم دیوبند کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوگا۔

میں نے یہ بات اُس وقت کے مہتمم صاحب حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری قدس سرہٗ سے ذکر کی،حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ نے مجھے جواب دیا،کہ یہ مناسب نہیں،ان کے سیمینار میں بریلوی،غیرمقلد،مودودی اورآزادخیال پروفیسران وغیرہ شرکت کرتے ہیں،اگروہ سب دارالعلوم دیوبند میں آئیں گے،تو مسلک مشتبہ ہوگا،دنیا یہ کہے گی،کہ دارالعلوم دیوبند کا گمراہ فرقوں کے ساتھ کوئی اختلافات نہیں رہا،سب ایک دسترخوان پر جمع ہوگئے،پس مسلک مشتبہ ہوگا،اس لئے اجازت دینا مناسب نہیں۔میں نے یہ بات مولانا مجاہدالاسلام صاحبؒ سے ذکر نہیں کی،اِس لیے کہ اُنہوں نے پلٹ کر پوچھا ہی نہیں،پھر حضرت مرحوم کے بعد جو جانشین ہوئے،وہ وسیع المشرب ہیں،اورمولانا مرحوم کے طرز پر سیمینار کرتے ہیں،چنانچہ میں چوتھے سیمینار کے بعد اُن کے کسی سیمینار میں شریک نہیں ہوا،اس لیے کہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا شریک ہونا بھی مسلک کو مشتبہ کرتا ہے۔

ایک غلط پروپیگنڈہ:

لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں،کہ دارالعلوم دیوبند امت کومتحدہ نہیں ہونے دیتا،اس پروپیگنڈے کی کچھ حقیقت نہیں،دارالعلوم دیوبند مسلکِ حق کا محافظ ہے،اس کی یہ ذمہ داری ہے،کہ کوئی بھی اشتباہ پیدا نہ ہونے دے،تاکہ راہِ حق کے راہ رو منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

اور اگر دار العلوم دیوبند کو یہ الزام دیا جاتا ہے، تو یہ الزام تو آقائے مدنی ﷺ تک پہنچے گا، تہتر (۷۳) فرقوں والی حدیث میں یہی تفریق تو کی گئی ہے، پھر یہ الزام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچے گا، آپؓ نے آیتِ کریمہ: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، کی تفسیر میں فرمایا ہے: خاصۃً فی اصحابِ محمدٍ ﷺ، یہ آیتِ کریمہ صرف صحابۂ کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اگر قیامت تک کی ساری امت مراد ہوتی، تو اللہ تعالیٰ انتم فرماتے، کنتم نہ فرماتے، پھر فرمایا کہ صحابہؓ کے بعد جو لوگ آئیں گے، ان میں سے جو لوگ صحابہ کے عقائد واعمال پر ہونگے، وہی آیت کا مصداق ہونگے۔ [حیاۃ الصحابہ از حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ بابِ ثالث در بیانِ آثار] پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی امت میں تفریق کی ہے، یہ الزام تو اُن کے سر بھی جائے گا۔

ایک سوال:

امت کا انتشار، امت کی کمزوری کا باعث ہے، اور ان کا اتحاد ملت کی قوت کا سبب ہے، پھر ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟

جواب:

اِس سلسلے میں یہ قاعدہ جاننا چاہیے، کہ ملکی مسائل میں، ملک کے تمام باشندوں کو ملکر بیٹھنا چاہیے، اور ملک کی سالمیت کے لیے متفقہ فیصلہ کرنا چاہیے، جنگِ آزادی کے وقت ہندو مسلم اتحاد اس کی مثال ہے۔

اور ملی مسائل میں ملت کے تمام فرقوں کو مل کر بیٹھنا چاہیے، اور ملت کی سلامتی کے لیے ایک آواز بلند کرنی چاہیے، مسلم پرسنل لا کا اتحاد اس کی مثال ہے۔

اور مسلک ومشرب کے اختلاف میں، ہر ایک کو اپنی رائے پر رہ کر نزاع سے بچنا چاہیے، اِس وقت زیرِ بحث یہ تیسری صورت ہے، حق اور باطل، روشنی اور تاریکی، ہدایت اور گمراہی ایک ساتھ جمع ہونگے، تو نقصان اہلِ حق کا ہوگا، باطل فرقے اپنی دعوت جاری رکھیں گے، اور اہلِ حق کا میدان تنگ ہوتا جائے گا۔

ایک واقعہ:

ایک مرتبہ میرا حیدر آباد جانا ہوا، مدرسہ اشرف العلوم میں قیام تھا، عصر کے بعد سوال جواب کی مجلس ہوئی، کسی نے جماعتِ اسلامی کے بارے میں پوچھا، میں نے جواب دیا، وہ پانچ وجہ سے گمراہ فرقہ ہے (یہ پانچ وجہ میری کتاب، علمی خطبات میں مذکور ہیں) صبح فجر کی نماز کے بعد دس آدمیوں کا ایک وفد آیا، اور اس نے کہا، کہ ہم اس شہر میں سب ملکر رہتے ہیں، کوئی اختلاف نہیں، آپ کی کل کی باتوں سے اختلاف ہوگا۔

باقی صفحہ نمبر 6 پر

☆......☆......☆......☆

وہ پروانے محمد ﷺ کے　　　　مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

حضرت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کی شاخ بنوخطمہ سے تعلق رکھتے تھے ''ذوالشھادتین'' کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے اکیلے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سواء بن قیس سے ایک گھوڑا خریدا، سواء اس عقد کا انکار کر گیا، تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی (کہ آنحضرت ﷺ نے واقعۃً گھوڑا خریدا تھا اور سواء غلطی پر ہے) رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: تم نے کیسے گواہی دی؟ جب کہ (ہماری خرید وفروخت کے وقت) تم ہمارے ہمراہ نہ تھے۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں، اُس کی میں نے تصدیق کرلی ہے اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں۔'' (لہٰذا میں نے آپ کی اس بات کو بھی بجا طور پر سچ جانا) اُس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا: من شھدله خزیمة فحسبه. خزیمہ جس کے موافق یا مخالف گواہی دیں تو صرف انہی کی گواہی کافی ہے۔ [اسد الغابہ: ۱/۶۸۶]

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ کی سعادت سے بہرہ ور رہے، فتح مکہ کے موقع پر بنوخطمہ کا جھنڈا آپ کے ہی ہاتھ میں تھا، جنگ صفین میں آپ، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اسی معرکہ صفین میں ہی شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ [الاصابہ: ۱/۴۸۵......الاستیعاب: ۲۴۰] رضی اللہ تعالی عنه وارضاه ☆☆

وفیات

ترجمان اہل حق حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ [لاہور]

جامع مسجد برکت علی اچھرہ [لاہور] کے ۵۷ سالہ قدیم نمازی محمود الرشید رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا اسفندیار مدظلہ کے جواں سال پوتے عبدالماجد رحمہ اللہ [کراچی]

قاری محمد یوسف قریشی رحمہ اللہ [بہاول پور]

قاری محمد اسلام رحمہ اللہ [احمد پور شرقیہ]

قارئین سے مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

خطاب: شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم

دین میں کتاب اللہ اور رجال اللہ کی اہمیت

برموقع سالانہ جلسہ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم [۲۰۱۹ء]

بعد از خطبہ مسنونہ۔ انا انزلنا التورة فيها هدى و نور يحكم بها النبيون۔ الخ۔ و درود شریف

میرے محترم برادرانِ اہل السنۃ والجماعۃ!

حضرت امیر مرکزیہ (مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر) دامت برکاتہم العالیہ کا تفصیلی بیان ہم سب نے سنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مسئلہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیات کا پس منظر:

میں مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں۔ دھیان توجہ سے سنیں۔ آیت کریمہ جو آپ حضرات کے سامنے میں نے تلاوت کی ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یہودی مرد و عورت سے زنا کا صدور ہوا، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور کہا کہ: آپ اللہ کے حکم کے مطابق سزا جاری کر دیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ: تم نے تورات پڑھی ہے، تم کیا کہتے ہو؟ تمہارے ہاں اس جرم پر کیا حد جاری کی جاتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ: نجلدهم و نخزهم. ہم ایسا کرنے والے کو کوڑے مارتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں۔ کوئی جوتا مارتا ہے، کوئی گالی دیتا ہے، جیسے کسی بدمعاش وغیرہ کو رسوا کیا جاتا ہے۔ ہم اس طرح کرتے ہیں۔ اور تورات میں بھی یہی لکھا ہوا ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ: تورات لاؤ! اب وہ تورات لائے، اور تورات پڑھی تو اگلی پچھلی آیات پڑھتے رہے، مگر جس آیت میں رجم کا حکم تھا، اس بارے میں اللہ کا قانون تھا، اسے نہیں پڑھا اور چھوڑ دیا، (تو اللہ کی قدرت اور حضور کے معجزے سے) فآيت الرجم تلوح، (جس طرح کوئی بلب روشن ہوتا ہے، چمکتا ہے، اس طرح وہ آیتِ رجم چمکنے لگی، یہ حضور کا معجزہ تھا، ......(ایک صاحب غالباً ویڈیو بنا رہے تھے تو حضرت نے اُن کو فرمایا کہ: آڈیو ریکارڈنگ کرلو، ویڈیو نہیں! خود بھی گناہ میں مبتلا ہوتے ہو اور ہمیں بھی کرتے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔) ......تو اللہ جل شانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، ایک یہ آیت ہے اور ایک اس رکوع کے آخر میں ہے، وكيف يحكمونك وعندهم التوراة فيها حكم الله ثم يتولون من بعد ذلك وما اولئك بالمؤمنين. اللہ فرماتے ہیں: (اے نبی!) یہ (یہودی) آپ کے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں (حالانکہ) ان کے پاس تورات ہے، جس میں اللہ کا حکم رجم کا موجود ہے۔

یہود نے خدائی احکامات کو معاشرے کے مطابق ڈھالا:

اَب (یہ آیت جو تلاوت کی گئی ہے) اِس سے آپ کو ایک چیز سمجھانا مقصود ہے، وہ یہ کہ یہود نے اللہ کی کتاب تورات کا حکم کیسے بدلا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ان الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ “ تورات کے کلمات اور آیات کو آگے پیچھے کرتے تھے، اور تحریف کرتے تھے۔ (اب رہی یہ بات کہ) اللہ کے احکام کو تبدیل کرنے کا مقصد کیا تھا؟ وجہ کیا تھی؟ (تو) اس بدلنے کا مقصد یہ تھا کہ معاشرے کے مطابق چلا جائے۔ اس لیے کہ لوگوں کے مزاج کے مطابق چلنا اُن کی مجبوری تھی۔ اُن کے احبار اور رہبان (علماء مشائخ) لوگوں سے منّتیں لیتے تھے، نذرانے لیتے تھے۔ اور کھاتے پیتے تھے، (جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ تو (معاشرے کے) لوگ اُن کی مجبوری بن گئے اور اُنہوں نے دین (شرعی احکامات) کو لوگوں کے مزاج کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا۔

(حالانکہ) اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء کو بھیجتے ہیں اور اپنے احکامات نازل فرماتے ہیں، اس کا مقصد انسانیت کو فطرت کے اور اللہ کے قانون کے مطابق چلانا اور ڈھالنا ہوتا ہے۔ اور جو (لوگ) نذرانے اور منّتیں لینے والے ہوتے ہیں، اُن کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی کتاب کو قوم اور معاشرے کے مزاج کے مطابق ڈھال لیا جائے۔

تورات، انجیل کے بعد امام الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم آئے، حضور کا زمانہ آیا۔ اب اللہ کے کلام کی باری آئی، اور وہی معاشرہ اور زمانہ آگیا کہ جو جس کا کھاتا ہے، اُس کے مزاج کے مطابق ہر چیز کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اُس کے ہر عمل کو جائز بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا قرآن کے ماننے والوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے بھی کچھ ایسے تھے جنہوں نے اِس طرح کا عمل کیا۔ عمل وہی تھا، لیکن تھوڑا سا فرق تھا۔ وہ فرق کیا تھا؟ اِس آیت میں ہے: **”بما استحفظوا من کتاب اللہ“**. اللہ فرماتے ہیں: تورات کی حفاظت کے ذمہ دار اُس کے علماء تھے۔ کیونکہ اللہ نے توارت کو قیامت تک باقی نہیں رکھنا تھا۔ اس لیے (خود اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا بلکہ) جو احبار ورہبان تھے اُن کی ذمہ داری تھی کہ جب تک (اس دین کا وقت باقی ہے، جب تک) اس کے احکام چلتے ہیں، وہ ان کی حفاظت کریں اور اس کی آیات کو باقی رکھیں۔ یہ ان (تورات کے علماء) کی ذمہ داری تھی۔

اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے چونکہ قیامت تک باقی رکھنا تھا، اس لیے فرمایا کہ: یہ کام میں نے مولویوں کے ذمہ نہیں لگایا، نہ کسی حکومت کے ذمہ لگایا (بلکہ) **”انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون“**. (ہم نے ہی قرآن نازل کیا، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو گویا تورات کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے علماء تورات پر ڈال دی اور قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی۔) دونوں

میں (یہ) فرق ہے۔ اور یہ فرق اِس لیے بھی ہے کہ تورات الفاظ کی شکل میں تختیوں پر لکھی ہوئی ''کتاب'' تھی۔ جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی۔ (لیکن) قرآن کریم اللہ کا ''کلام'' ہے، اللہ کی صفت ہے۔ اللہ نے اپنی صفت کی حفاظت خود کرنی ہے۔ **"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون."**

امت محمدیہ میں بھی یہودی مزاج لوگ پیدا ہوئے:

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے بعد اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوگئے۔ کیونکہ معاشرہ اور انسان تو وہی ہیں۔ (اور عموماً ہر زمانے کے انسانوں میں) ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کے قانون کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ان میں ایسے کئی لوگ پیدا ہوتے ہیں جو دین کے اندر اِس طرح کا بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ اور دین کو بگاڑنے والے کون ہوتے ہیں؟ (حکومت، علماء سوء اور مشائخ) **"ما أفسد الدين إلا الملوک وأحبار سوء و رهبانها."** جب حکومتی مشینری دین کے خلاف ہوجائے، دین میں فساد آجاتا ہے، جب علماء کھانے پینے کے پیچھے لگ جائیں اور اپنے معاش اور پیٹ کا مسئلہ بنائیں اور دین کو نظر انداز کردیں تو پھر دین کے اندر فساد اور بگاڑ آتا ہے۔ جب خانقاہوں والے گدی نشین اور مسند پر بیٹھ کر نذرانے اور منتیں وصول کرتے رہیں اور اُن کو اور کسی چیز کی پروا نہ ہو، تو اُس وقت دین میں بگاڑ آتا ہے۔ دین کو بگاڑنے والے یہی تین طبقات ہیں، تین قسم کے لوگ ہیں جو دین میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ (جو مزاج ان طبقات کا ہوتا ہے، عوام کا مزاج بھی وہی بن جاتا ہے۔ لہٰذا جب یہ طبقات دین بگاڑنے والے ہوں گے) تو پھر عوام الناس کا مزاج بھی وہی ہوگا۔

(کیونکہ) جب انسان اپنے معاش کی وجہ سے، اپنے پیٹ کی وجہ سے دین کو بدلتا ہے، اور اللہ کے نظام کو چھوڑتا ہے اور اپنے پیٹ کو مقصودِ زندگی سمجھتا ہے اور اسی کو مطمح نظر بناتا ہے تو پھر انسان کا نظریہ ہوتا ہے کہ میں آقا، (اپنے رب) کے احکام کو اپنے مطابق بنا کر پیش کروں۔ جس طرح ہمارے ہاں (آقا کے احکام کا مجموعہ) قرآن کریم ہے، اس طرح (یہود کے لیے) تورات تھی۔ (چنانچہ انہوں نے بھی تورات کے احکامات کو معاشرے کے مطابق ڈھالا اور اِس امت کے بعض لوگوں نے بھی۔ کام تو وہی ہے اور صورت تو وہی ہے جو یہود نے اختیار کی۔ لیکن (اتنا فرق ہے کہ) اُن کو (تورات کے الفاظ وآیات بدلنے کی) طاقت تھی، وہ خود کتاب تورات کی حفاظت کے ذمہ دار تھے، تو اُنہوں نے آیتیں بدل ڈالیں، اِدھر کی اُدھر کردیں، اُدھر کی اِدھر کردیں، **"یحرفون الکلم عن مواضعه"** آگے پیچھے سے تحریف کرلی۔ لیکن قرآن کریم تو اللہ کا کلام ہے، جس کی حفاظت اللہ (خود) کرنے والے ہیں، (لہٰذا اِس کے الفاظ کو کوئی نہیں بدل سکتا، تو اس امت کے ایسے لوگ جب قرآن کے) الفاظ کو نہیں بدل سکے، تو ''معانی'' کو تبدیل کرنے لگے اور احکامات کی ''سمت'' کو تبدیل کرنے لگے۔ اور پوری تاریخ کا نقشہ اُلٹا کردیا۔ (گویا تحریف لفظی کی

طاقت نہ تھی تو) تحریف معنوی شروع کردی۔

(اور یہود کی طرح اِس امت میں بھی ایسا) کرنے والے وہی لوگ ہیں جن کے کاغذ، قلم اور سیاہی اُن کے آقاؤں کے پیسوں سے ہوتے ہیں، اُن کی اپنی جیب سے نہیں ہوتے۔ یہ وہی ہیں جو اُن کے لیے کام کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

اللہ نے انسان کو عقل دی، حکم کی طاقت نہیں:

اور اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کو میں نے عقل دی ہے۔ اللہ نے انسان کو کیا دیا ہے؟ (عقل) عقل دی ہے۔ اللہ نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ: انسان کو میں نے حکم کی طاقت دی ہے۔ حکم کی طاقت کس کے پاس ہے؟ (اللہ کے پاس)۔ **"ان الحکم الا للّٰہ"**. **"انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور، یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا، والربانیون والاحبار"**. اللہ فرماتے ہیں، جو فیصلہ وہ کرتے تھے، احبار کرتے تھے، علماء کرتے تھے، ربانی کرتے تھے، یا انبیاء کرام علیہم السلام فیصلہ کرتے تھے، تو اسی تورات سے فیصلہ کرتے تھے جو ہدایت اور نور تھا، روشنی تھی۔ یعنی نبیوں کے زمانے میں جو کتاب تھی، (سب اُس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اُس وقت) جو پارلیمنٹ بنی تھی اُس پارلیمنٹ کے ممبر انبیاء کرام، اور ربانی، علماء اور احبار، دین کا علم رکھنے والے تھے۔ اور فیصلہ اللہ کی کتاب سے ہوتا تھا۔ قرآن کریم بھی ایسے ہی ہے، قرآن کریم اپنے اندر ''حکم'' رکھتا ہے، اللہ کے حکم کا مجموعہ ہے۔ حکم کی طاقت اللہ کے پاس ہے، اور انسان کو اللہ نے عقل دی ہے۔

عقل کا معنیٰ ''آزادی'' نہیں، ''باندھنا'' ہے:

عجیب بات ہے کہ وہ انسان آزادی کی بات کرتا ہے جس کے اندر (اللہ نے) عقل رکھی ہے، عقل کا معنیٰ ہی باندھنا ہے۔ عقل کے لفظ میں ہی آزادی نہیں ہے۔ ساری دنیا کے حیوانات سے انسان کو ممتاز بنانے والی اور جداگانہ حیثیت دینے والی چیز عقل ہے۔ اور عقل کا معنیٰ ''آزادی'' نہیں ہے بلکہ عقل کا معنیٰ کسی کے پاؤں کو باندھنا۔ آپ لغت کھول کر دیکھ لیں۔ اگر عقل کا معنیٰ یہ ہو کہ انسان آزاد چھوڑا جائے تو پھر انسان آزاد ہے۔ اور اگر عقل کا معنیٰ ہی پاؤں کا باندھا جانا ہے تو پھر انسان آزاد کیسے ہو سکتا ہے؟

اَب (سوال یہ ہے کہ کسی کو) باندھنے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اللہ نے جس کو عقل دی ہے یعنی انسان کو، اس کے اندر دو سلسلے رکھے ہیں، ایک خیر کا سلسلہ ہے اور ایک شر کا سلسلہ ہے۔ دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے یہ لازم ہے، بلکہ کسی بھی نظام کو چلانے کے لیے، چاہے وہ گھر کا نظام ہو، چاہے بازار کا نظام ہو، چاہے معاشرے کا نظام ہو، چاہے حکومت کا نظام ہو، اس کو چلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شر کے سلسلے کو روکا جائے اور خیر کے سلسلے کو جاری رکھا جائے۔ اور یہ کام عقل کرتی ہے کہ وہ شر کے سلسلے کو روکتی ہے اور خیر کے

سلسلے کو جاری رکھتی ہے۔ عقل نام ہی اس چیز کا ہے۔ اور عقل کا کام یہی ہے۔

لیکن جو عقل شر اور فساد کو بڑھائے، اور خیر کے سلسلے کو روک دے، تو وہ عقل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عقل کا معنیٰ ہی نظام کو سنوارنا ہے، اس کا مقصد ہی شر کو روکنا ہے، اور خیر کو بڑھانا ہے۔ یہ کام ہے عقل کا۔ لیکن (یہ کام) وہ عقل (کرتی ہے) جو اللہ کے احکامات کے ماتحت چلے۔

اونٹ کو جو رسی باندھی جاتی ہے اسے عقال کہتے ہیں۔ عقل کہتے ہیں۔ عقل البعیر۔ جب اس کے پاؤں باندھے جائیں۔ (اب یہ بتاؤ کہ) اونٹ اپنے پاؤں خود باندھتا ہے یا کوئی دوسرا اونٹ کے پاؤں باندھتا ہے؟ (کوئی اور)۔ کوئی اور ہوتا ہے۔ تو یہ سمجھ لیں کہ عقل کو باندھنے والا اور اسے شر کے سلسلے کو روکنے والا دماغ دینے والا اور خیر کے سلسلے کو آگے بڑھانے والا دماغ دینے والا (خود انسان نہیں بلکہ) کوئی اور ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ یہ چیز اللہ نے انسان کے اندر رکھی ہے۔ اب جو انسان اللہ قانون اور نظام کے ماتحت چلے گا تو انسانیت میں خیر بڑھے گی، شر رُکے گا۔ اور اگر یہ رسی کھول کر، آزاد ہو کر عقل سے ماوراء ہو کر چلے گا تو اِس طرح شر بڑھے گا جس طرح بڑھ رہا ہے اور خیر اس طرح ختم ہو گی جیسے ختم ہو رہی ہے۔

یعنی یہ عقل سے ماوراء نظام ہے۔ عقل اسی کو کہتے ہیں جو اللہ کے حکم کے تابع اور ماتحت ہو کر چلے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر عقل کو وحی الٰہی کی ٹیک (اور سہارا) نہیں ہے تو وہ عقل بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کی مدد ہے تو وہ عقل صحیح سمت میں کام کرے گی۔ اور اگر وحی الٰہی کی مدد نہیں ہے وہ صحیح سمت میں کام نہیں کرے گی۔

عقل کی درست راہ نمائی کے لیے دو چیزیں ہیں: کتاب اللہ، رجال اللہ

اس لیے عقل کو صحیح بنانے کے لیے اللہ نے دو چیزیں بھیجی ہیں۔ ایک کتاب۔ اور ایک رجال، شخصیت۔ کتاب ہمارے ہاں قرآن کی شکل میں۔ اور شخصیت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی صورت میں۔

(باقی رہے) یہود و نصاریٰ، یہود کو تورات الفاظ کی شکل میں ملی۔ تو انہوں نے کہا ہمارے عمل کرنے کے لیے تورات نازل ہوئی ہے تو ہمیں شخصیت کی کیا ضرورت ہے! ہمیں حضرت موسیٰ کی کیا ضرورت ہے! اللہ نے ہمارے لیے دین پر چلنے کے لیے کتاب نازل کی ہے، تو شخصیت سے ہمارا کیا واسطہ! یہود نے شخصیت سے دست برداری اختیار کی اور کتاب اپنے ہاتھ میں لے لی، تو اس نظریے نے اُن کو یہاں تک پہنچایا کہ اُنہوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ شخصیت کی اہمیت اُن کے ہاں نہیں رہی۔ بغیر شخصیت کے کتاب نے اُن کو بے ادب بنا دیا اور وہ اس حد تک پہنچ گئے کہ وہ انبیاء کے قاتل بنے۔

اور نصاریٰ نے کیا کہا؟ انہوں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی بڑی حیثیت ہے **"والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے نبوت عطا فرمائی، وہ

چونکہ مسیح تھے اور اپنے زمانے کے ایسے شخص تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اتنے معجزے کسی کے ظاہر نہیں ہوئے جتنے عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئے۔ اور ایسے معجزے کہ عام انسان بھی ان کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ تو نصاریٰ نے کہا: اتنی بڑی شخصیت ہمارے سامنے ہے تو ہمیں کتاب کی کیا ضرورت ہے! انہوں نے شخصیت کو لے لیا اور کتاب کو چھوڑ دیا۔

کتاب یا شخصیت کو چھوڑنے والوں کا انجام:

حالانکہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ: جنہوں نے شخصیت کو چھوڑا اُن کا کیا حشر ہوا، اور جنہوں نے کتاب کو چھوڑا اُن کا کیا حشر ہوا۔ (یہود) جنہوں نے شخصیت کو چھوڑا وہ انبیاء کے قاتل بن گئے۔ اور عیسائی جنہوں نے کتاب کو چھوڑا اور کہا کہ ہمیں انجیل کی کیا ضرورت ہے، ہمارے پاس شخصیت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، تو ہم کتاب کو کیا کریں گے! جب کتاب کو چھوڑا تو اللہ فرماتے ہیں کہ (چونکہ) کتاب ہدایت ہوتی ہے، روشنی ہوتی ہے، نور ہوتی ہے۔ تو (کتاب چھوڑنے کی وجہ سے وہ ہدایت اور نور سے محروم ہو گئے۔ اور) شخصیت کو سامنے رکھ کر اس میں غلو کرتے گئے یہاں تک اس کو ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) قرار دے دیا۔ اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اور اُنہوں نے الٰہیت اور الوہیت کے شعبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثالث ثلاثہ بنا دیا۔ (گویا خدائی کے) تین شعبے بنائے، اقانیم ثلاثہ، اور ان شعبوں میں سے ایک شعبہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دے دیا۔ بعض نے یہ کہا۔ اور بعض نے کہا کہ (عیسیٰ) خود خدا ہے۔ بعض نے کہا: (عیسیٰ) ابن اللہ ہے۔ یعنی جنہوں نے کتاب کو چھوڑا وہ (ہدایت سے دور ہو کر شخصیت میں) اتنا غلو کر گئے۔

امت محمدیہ کے غالی اور بے ادب لوگ:

تو اب آپ (اِس زمانے میں بھی) دیکھیں گے کہ جنہوں نے کتاب کو چھوڑا، اللہ کے کلام کو چھوڑا، (ہدایت کے نور سے محروم ہو گئے) وہ غلو کرتے کرتے اتنے بڑھ گئے کہ انہوں امام الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اللہ سے ملا دیا۔ اور جنہوں نے شخصیت کو چھوڑا، انہوں نے کہا: ''**حسبنا کتاب اللہ**''. ہمارے پاس کتاب ہے، جب قرآن موجود ہے تو شخصیت کی ضرورت کیا ہے۔ ''**قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین**''. ہمارے پاس روشنی اور ہدایت کی کتاب ہے تو ہم شخصیت کو کیا کریں؟ جب اُنہوں نے یہ کہا تو وہ بے ادب بن گئے۔ اُنہوں نے امت میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اس لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ جنہوں نے شخصیت کو چھوڑا، (اُن کی زبان اور قلم سے پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہا۔) اب ہم (شخصیت کو چھوڑنے والوں کے) نام لینا شروع کریں کتنے ہی نام آ جائیں گے۔ بس مختصر یہ سمجھیں کہ (جس کے دل سے رجال کی اہمیت نکل گئی تو وہ بے ادب ہو گیا، پھر) ان کے قلم نے نبیوں کو نہیں چھوڑا، ان کے قلم

نے صحابہ کو نہیں چھوڑا، ان کے قلم نے امت کے نیک لوگوں کو نہیں چھوڑا، سارے اُن کے قلم کا نشانہ بنتے رہے، اور اُن کا قلم ہر محفوظ کی عفت کو اور ہر محفوظ کی حفاظت والے نکتے کو مٹاتا رہا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کتاب کے پیچھے پڑے اور شخصیت کو چھوڑ دیا۔ شخصیت کو چھوڑنے کی وجہ سے یہ اتنے بے ادب ہوگئے، جس طرح سے یہود (بے ادب ہوکر) انبیاء کے قاتل بنے، (اسی طرح) اِس بے ادبی نے ان کو یہاں تک پہنچایا۔ لہٰذا اب یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ کوئی (شخص) کچھ نہیں ہے، نہ نبی ہیں، نہ صحابہ ہیں، نہ ائمہ ہیں، کوئی کچھ نہیں ہے۔ شخصیت کو چھوڑ دیا۔ اگر (ان کے سامنے) کسی صحابی کا نام لے لو تو کہتے ہیں: یہ تو صحابی ہے، اس کی کیا حیثیت ہے! (نعوذ باللہ)

ارے بھائی! (کیا) کوئی (بھی) تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے؟ (جس وجہ سے تم کہتے ہو کہ) صحابی بھی کچھ نہیں ہے۔ (یہ تو ایسے ہی ہے کہ) کوئی تمہیں کہے کہ: یہ تمہارا باپ ہے، تو تم کہو یہ میرا باپ ہے، دادا تو نہیں ہے، اور جب دادا کی بات آئے تو کہو: یہ میرا دادا ہے، پردادا تو نہیں ہے۔ تو پھر چلتے ہی جاؤ! یہ بھی کوئی بات ہے کہ تمہارے باپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ صحابہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟

قرآن کی روشنی میں دین کی دو بنیادیں ہیں: کتاب اللہ اور رجال اللہ:

یہ دو ہی چیزیں ہیں جو دین کی اساس اور بنیاد ہیں، جو اللہ کے قانون کا احترام سکھاتی ہیں، اور انسان کو باادب بناتی ہیں اور صحیح دین کا مجسم نمونہ پیش کرتی ہیں۔ اللہ کی کتاب اور شخصیت۔ اسی لیے کتاب اللہ اور رجال اللہ کا سلسلہ اللہ نے بھی ساتھ ساتھ چلایا ہے۔ **"الم ذلک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتقین"**. یہ ''کتاب اللہ'' (کا ذکر) ہے۔ آگے پڑھتے جائیں! **"الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون، والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون، اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون"**. یہ ''رجال اللہ'' ہیں۔ اللہ نے دونوں سلسلے بیان فرمائے۔ کتاب اللہ اور رجال اللہ! (لہٰذا قرآن کی روشنی میں بھی) دونوں ضروری ہیں۔

صحابہ کی تنقیص کرنے والے زندیق ہیں:

اسی لیے امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"إذا رأیتم الذین ینقصون أصحاب محمد ﷺ، واعلمو أنه زندیق"**. جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر عیب لگاتے ہیں، ان کو سب وشتم کرتے ہیں تو تم یہ یقین کرلو یہ زندیق ہیں۔ کیوں؟ **"لأنھم شھداء القرآن والسنة"**. اس لیے کہ صحابہ قرآن کے گواہ ہیں اور سنت کے گواہ ہیں۔ ہمارے

پاس جو دین پہنچا وہ قرآن سے پہنچا اور حضور کی سنت سے پہنچا، حضور کی شخصیت سے پہنچا، قرآن مجید کے اور حضور کی شخصیت کے گواہ کون ہیں؟ (صحابہ) اور اِن گواہوں کو اللہ نے عادل قرار دیا ہے۔ اور یہ لوگ اِن عادل گواہوں کو مجروح کر کے پورے قرآن وسنت سے تمہارا اِعتماد ہٹانا چاہتے ہیں۔ تمہارے گواہوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی تمہارے گواہوں کو مجروح کرے تو تم کیا سمجھتے ہو؟ یہ تو اللہ کے گواہوں کو مجروح کر رہے ہیں۔ جو قرآن وسنت کے گواہ ہیں، جو حضور کی شخصیت کے گواہ ہیں۔ یہ اُن کو ختم کر رہے ہیں۔ لٰہذا یہ زندیق ہیں۔ یہ تو ہمارا اِیمان ختم کر رہے ہیں، ہمارا باطن ختم کر رہے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ذکر تاریخ میں آیا ہے اس لیے وہ ہمارے بڑے بن گئے ہیں۔

انسان کی عظمت پہلے ہوتی ہے، تاریخ بعد میں بنتی ہے:

جب کوئی انسان دنیا میں آتا ہے، اللہ کے نبی دنیا میں آئے، (ان کی عظمت وتقدس کا لحاظ رکھنا اُن کی زندگی سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔) تاریخ تو بعد میں بنی ہے۔ لوگوں کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی تاریخ بنتی ہے۔ ان کے زمانے میں تاریخ نہیں بنتی۔ (محض) تاریخ کی وجہ سے کسی کو اہمیت دینے کا مطلب تو یہ ہوا کہ اُس شخص کے زمانے میں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی، بعد میں تاریخ میں (اُس کا تذکرہ بڑے لوگوں میں ہو گیا تو اس وجہ سے) وہ بڑا آدمی بن گیا۔ بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے؟

صحابہ کرام تاریخی نہیں قرآنی رجال ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شخصیات کی تاریخی نہیں ''مذہبی'' حیثیت ہے۔ (صحابہ کرام) قرآنی رجال ہیں۔ ہم (اُن کی عظمت) اِس لیے مانتے ہیں کہ اللہ کے قرآن نے صحابہ کی عظمت بیان کی ہے۔ ہم اللہ کے قرآن کی وجہ سے مانتے ہیں، تاریخ کی وجہ سے نہیں۔ (صحابہ کرام) تاریخی شخصیات نہیں، قرآنی رجال ہیں، (وہ) قرآن کے عینی گواہ، (اور) حضور کی سنت کے عینی گواہ (ہیں)، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کیا، آپ کے وجود اطہر، جسد مقدس کے خدوخال، قد وقامت، (آپ کا) اٹھنا بیٹھنا، مسکرانا، چہرے کی کیفیات، (اِن سب کے گواہ ہیں۔) ہم تک (یہ سب کچھ) کس نے پہنچایا؟ (صحابہ نے) صحابہ نے۔ کہ جب حضور تبسم فرماتے تھے تو چہرے کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ اور جب حضور حالت غضب میں ہوتے تھے تو چہرے کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ یہ تو صحابہ نے ہم تک پہنچائی۔ **''واذا تبسم رأی کالنور من بین ثنایاہ.''** جب آپ تبسم فرماتے تو صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے کہ دندان مبارک کے فاصلوں سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ **''وإذا غضب احمر وجھہ''** .اور جب حضور اللہ کے لیے غصہ فرماتے اور غضب کرتے تو ہم دیکھتے کہ چہرہ مبارک سرخ ہوتا۔ **''کأنما عُصر فی وجھہ الرمان''**. گویا کہ حضور کے چہرہ انور پر اَنار نچوڑ دیا گیا ہے۔

یہ کیفیات صحابہ نے بیان کیں، حضور کی سیرت، حضور کی زندگی، چلنا، اٹھنا، بیٹھنا، یہ تو صحابہ نے بیان کیا، اور آج کیا کہا جا رہا ہے! (کہ نعوذ باللہ صحابہ صرف تاریخی شخصیات ہیں۔ اور تاریخ کے پیمانہ پر ان کو تولا جاتا ہے۔) آج بھی وہی لوگ جو دوسروں کی مزدوری کرتے ہیں اور دوسروں کے پیسوں سے، اپنے آقاؤں کی رقم سے، قلم اور کاغذ اور کاپیاں اور پنسل لے کر اسلام کی تاریخ پر اور قرآن کریم کے احکامات پر اپنے قلم پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کرام اور دین کے محافظین علماء وصلحاء کی تاریخ اگر دیکھنی ہے تو تاریخ کے صفحات کی سیاہی نہیں ان کے خون کے رنگین اور سنہرے، خوشبودار نشان (دیکھنے ہیں جو اُن کے زمانے سے ہی) لگے ہوئے ہیں۔ ان کو آپ نہیں مٹا سکتے، اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کو نہیں مٹا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد اُمت سے انفرادی یا اجتماعی طور پر تجدیدی کارنامہ کرواتے ہیں، جس کی بدولت ان تمام لٹیروں کی لوٹ مار اللہ ختم فرماتے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہ تمہارا سارا کارنامہ ردی کی ٹوکری میں جائے گا۔

لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ اگر تمہاری اس تحریر سے عالم کفر نے یا کسی نے بھی کوئی استدلال کر کے اُمت کے تقدس کو یا قرآن کریم کے احکامات کو بدل ڈالا، یا اسلامی شعائر کے تقدس کو پامال کیا، تو پھر سمجھ لو کہ اس تحریف کے اندر تمہارا بھی ہاتھ ہے۔ اور تم کبھی اس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ کے سامنے اس کے جواب دہ ہو گے کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

بیت المقدس پر یہود کی تولیت کی بات کرنا بڑی تحریف ہے:

(آج تو لوگ) تاریخ کے اندر (بھی) تحریف کرتے ہیں، (اور تاریخ میں) سب سے بڑی تحریف کیا ہے؟ مثلاً کوئی پوری تاریخ پر پانی پھیرے اور یہ کہے کہ: ''بیت المقدس پر تولیت مسلمانوں کی نہیں ہے بلکہ یہودیوں کی ہے، اِس لیے کہ (بیت المقدس) یہود کا قبلہ ہے۔'' تو (ہم کہتے ہیں کہ قبلہ عبادت کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہود اپنے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، اُنہیں کس نے روکا ہے؟ نماز کے لیے تولیت ضروری تو نہیں۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ) اگر کوئی کہے میں نے جامع مسجد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی ہے، تو وہ جہاں (کہیں) بھی (ہو، مسجد کی طرف) منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ (یہ ضروری تو نہیں کہ پہلے) میں اس (مسجد) کا والی بنوں (گا) پھر میں (اس کی طرف) منہ کر کے نماز پڑھوں (گا)۔ اگر بیت المقدس اَب بھی ہمارا قبلہ ہوتا تو اور (خدانخواستہ) تولیت ہماری نہ ہوتی تب بھی ہم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (آپ مجھے بتاؤ کہ:) ابھی بیت اللہ شریف (کی تولیت) پاکستان کے ہاتھ میں ہے کیا؟ اس کی ولایت تمہارے پاس ہے؟ تو تم منہ اس کی طرف کر کے نماز نہیں پڑھتے؟ تو یہودیوں کو کہو کہ (بیت المقدس کی طرف) منہ کرو، تولیت کا کیا مطلب؟

(بیت المقدس یہود کا قبلہ ہے، اگر اس وجہ سے اس پر یہود کی تولیت ہونی چاہیے تھی تو پھر یہ بتاؤ کہ) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیوں کیا؟ یہودیوں کو (وہاں سے) کیوں نکالا؟ (معلوم ہوا کہ یہود کی تولیت نہیں ہے، ورنہ فاروق اعظمؓ اُن کو وہاں سے نہ نکالتے۔)

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) **"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین"**. (کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔لہٰذا خلفائے راشدین کے فیصلوں کو برحق ماننا اور دِل وجان سے قبول کرنا بھی لازم ہے۔)

بیت المقدس کی فتح، اللہ کی طرف سے غلبے کا مصداق ہے:

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **"لیظھرہ علی الدین کلہ"**. اللہ اس دین کو دنیا میں غلبہ دے گا۔ (اور) غلبے کی شکل پر سب متفق ہیں کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں اللہ نے اس پیشین گوئی کو پورا فرمایا۔حضور کے زمانے کے بعد اس پیش گوئی کو اللہ نے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات سے پورا فرمایا۔تو پھر فاروق اعظم کی فتوحات میں تو بیت المقدس بھی (شامل) ہے۔(لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ غلبہ اللہ نے مسلمانوں کو دیا۔اور بیت المقدس کی تولیت اللہ نے مسلمانوں کو دی۔)

(اب اگر کوئی یہ کہے کہ: نہیں! بیت المقدس پر یہودیوں کی تولیت ہے تو یاد رکھو) تو اس غلطی کی نسبت اِس زمانے کے مسلمانوں کی طرف نہیں جاتی، بلکہ اس غلطی کی نسبت جناب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف جاتی ہے۔نعوذ باللہ

(ذرا سوچو تو سہی!) جس (فتح) کو اللہ نے (اسلام کا) غلبہ قرار دیا، جس کی فتح کو سب حضور کی فتح سمجھتے ہیں، (اسے کوئی یہود کا حق قرار دے تو کتنے ظلم کی بات ہے۔) حضور نے حضرت سراقہ کو فرمایا: **"اذا لبست سوار کسریٰ"**. تمہارا کیا حال میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔تو سراقہ کے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن کس نے پہنائے؟ (فاروق اعظم نے!) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔حضور نے فرمایا: **"ھلکت کسریٰ، ولا کسریٰ بعدہ، ولیاتین قیصر، فلا قیصر بعدہ"**. کسریٰ ہلاک ہوا، آج کے بعد کوئی کسریٰ نہیں آئے گا۔قیصر بھی عنقریب ہلاک ہوگا، اس کے بعد قیصر اور روم یہ بھی ختم ہو جائے گا۔یہ دونوں (جب) ختم ہوئے (تو وہ) جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا، جس میں حضور کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔تو (بیت المقدس پر یہود کی تولیت ماننے کا) کیا مقصد؟ حضور کی پیشین گوئیاں پوری ہوں اور ہم اسے کہیں کہ: اسلام نے یہ غلط کام کیا۔(نعوذ باللہ!)

بیت المقدس انبیاء کی سرزمین ہے، انبیاء کے قاتل اس کے وارث نہیں ہوسکتے:

(بیت المقدس) انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا قبلہ ہے اور نبیوں کا مسکن اور مدفن ہے۔اور یہود

نبیوں کے قاتل ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ قاتل نے جس کو قتل کیا، اُس کا ورثہ قاتل کو دیا جاتا ہے؟ (نہیں!) یہ مسئلہ صاف کرو کہ قاتل کو کبھی ورثہ ملتا ہے؟ (نہیں!) اس لیے بیت المقدس کے وارث مسلمان ہیں۔ یہود اپنے نبیوں کے قاتل ہیں۔ اُن نبیوں سے اُن کو ورثہ نہیں مل سکتا۔ (بیت المقدس کی سرزمین انبیاء کی زمین ہے۔ انبیاء کا یہ ورثہ) اگر (کسی کو) ملتا ہے تو اُس دین کو ملتا ہے جس نے سارے نبیوں کو اپنایا۔ اور جس نبی نے سارے نبیوں کا اکرام سمجھایا۔ سارے نبیوں کی عزت ہمیں سمجھائی۔

حضور فرماتے ہیں: ایک شیطان نے مجھ پر حملہ کیا، میرا اِرادہ ہوا کہ میں اسے مسجد نبوی کے کسی ستون سے باندھ لوں، **''فاردت ان أربطته لسارية مسجد، فذكرت دعوة أخي سليمان، ''رب هب لی ملكا لاينغي لاحد من بعدى''، فتركته، فرده الله خاسرة''** حضور فرماتے ہیں: اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی، کہ انہوں نے کہا تھا: اے اللہ! مجھے ایسی حکومت دیں کہ میرے بعد کسی کو ایسی حکومت لائق نہ ہو۔ تو اُن کی جنات پر حکومت تھی، اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ کہ جو حکومت اللہ نے میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کو دی (وہ میں نہ حاصل کروں) نبیوں کی عزت کرنے والے کون؟ حضور ہیں! حضور کے صحابہ ہیں، حضور کی امت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام، جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا: یونس علیہ السلام جب چلے، اور پھر مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ **''اذ ابق الی الفلک المشحون''**۔ جب بھاگے، ''اباق'' کا لفظ ہے۔ تو اللہ کے نبی نے فرمایا: **''لاتقولوا انا خير من يونس بن متیٰ''**۔ یہ مت کہو کہ میں یونس سے زیادہ بہتر ہوں۔ مت کہو! اللہ کے نبی ہیں۔ **''لاتترونی من بين الانبياء''**۔ مجھے اللہ کے نبیوں کے درمیان زیادہ بلند کرنے کی کوشش مت کرو، کہ مجھے زیادہ بڑھا دو، اِس لیے کہ قیامت کے دن جب سب بے ہوش ہوں گے تو سب سے پہلے اللہ مجھے اُٹھائیں گے، سب سے پہلے ہوش میں میں آؤں گا۔ **''فاذا بموسی باطش بالعرش''**۔ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا، وہ مجھ سے پہلے اٹھے ہوئے ہیں اور عرش کو پکڑے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں: اب اللہ کے علم میں یہ چیز ہے کہ مجھ سے پہلے اُٹھ گئے، یا سارے (لوگ) بے ہوش ہوئے اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہی نہیں ہوئے، اس لیے کہ وہ دنیا میں ایک مرتبہ طور پر بے ہوش ہو گئے۔ دیکھو! حضور نے کیا فرمایا! نبیوں کی شان کیسے بیان کی!

(تو جس دین نے انبیاء کی عظمت اور شان سکھائی، وہ دین اور اس دین والے انبیاء کی سرزمین کے وارث ہوں گے۔ انبیاء کے قاتل وارث نہیں ہو سکتے۔ بھلا) قاتلوں کو بھی کبھی ولایت ملتی ہے؟ قاتلوں کو بھی کبھی ورثہ ملتا ہے؟ یہود جنہوں نے ساری زندگی نعوذ باللہ بیت المقدس کو اپنی گندگیوں سے بھرا، (حالانکہ وہ) یہود کا ہی قبلہ تھا، جو نبیوں کے قاتل تھے، بے ادب تھے، انہوں نے اپنے ہی قبلہ بیت المقدس میں

غلاظتیں پھیلائی، گندگیاں پھیلائیں، (اس وجہ سے) وہ (اس) لائق ہی نہیں تھے۔ (کہ ان کو ہمیشہ کے لیے بیت المقدس کا وارث بنایا جاتا۔ لہٰذا اَللہ نے مسلمانوں کو وارث بنایا۔ اور مسلمان بیت المقدس کی آزادی اور حفاظت کے لیے پُرعزم ہیں۔) یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ مسلمان اپنے عزم کو چھوڑ دے۔ کبھی نہیں ہوگا۔

دین اور اہل دین کے ساتھ غداری کرنے والوں کا انجام:

لیکن یہ سمجھ لو کہ تاریخ میں کسی کا نام اسلام کی حفاظت کرنے والوں میں آئے (گا)، اور کسی کا نام تاریخ میں میر جعفر (میر صادق کے ساتھ اسلام کے غداروں میں آئے گا۔) جو درباری ہوں، جو دین میں تحریف کرنے والے ہوں۔ (اُن کا نام غداروں کے ساتھ ہی ہوگا۔ اور اُن کو اِس غداری پر ملے گیا کیا؟ کچھ بھی نہیں!) یہود نے تحریف کی تو انہیں کیا ملا؟ انہیں اللہ کی لعنت ملی، غضب ملا، **"ضربت علیهم الذلة والمسكنة"**. (اِن غداروں کو بھی) کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اللہ جل شانہ اس دین کے محافظ ہیں۔

میں نے (شروع میں قرآن پاک کی) چند آیات پیش کی ہیں (کہ یہود نے) اللہ کے احکامات کو اپنے مزاج اور معاشرے کے مطابق ڈھالنے کے لیے آیاتِ رجم کے اندر تحریف کی، (حالانکہ رجم کا) یہ فیصلہ اللہ کا تھا۔ (اور) قرآن کریم میں وہی ایک واحد ''حد'' کا فیصلہ ہے جو اللہ نے تورات کا فیصلہ قرآن میں برقرار رکھا۔ اور صحابہ نے اس پر عمل کیا۔ تو سمجھ لو کہ شخصیت کتنی ضروری ہے۔ (مسجد اقصیٰ کو یہود کا حق قرار دینے والے) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شخصیت کو چھوڑا اور بے ادبی کے راستے پر آئے، ان کے قلم نے نہ امام شاہ ولی اللہ کو چھوڑا، نہ مجدد الف ثانی کو چھوڑا، نہ تصوف کے کسی امام کو چھوڑا، یہ سارے کے سارے (ائمہ دین) ان (بے ادبوں) کے نزدیک گمراہوں کی لسٹ میں ہیں۔ اور خود (یہ بے ادب) اپنے آقاؤں کی خدمت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فقط قاری اور پہنچانے والے نہیں معلم بھی ہیں:

(آپ مجھے یہ بتائیں کہ) اللہ جل شانہ نے حضور کو بھیجا تھا تو (کیا) حضور کو (یہ) کہا کہ یہ کتاب لے لو اور اٹھا کر صحابہ کو دے دو؟ اگر اللہ نے جبریل امین کی وساطت سے حضور کے پاس قرآن بھیجا، اور یہ کہا ہو کہ یہ اٹھا کر اپنی امت کو دے دو۔ (کہ کسی سے سیکھے سمجھے بغیر خود ہی سمجھ کر عمل کر لیں) اس طرح کا اگر حکم ہے تو بے شک شخصیت کی کوئی بھی اہمیت نہیں، لیکن اگر اللہ یہ فرمائیں **"والذی بعث فی الامیین رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة"**. اللہ فرماتے ہیں: نبی قرآن دینے والے نہیں تھے، بلکہ حضور قرآن کے استاذ تھے۔ اب آپ کسی استاد سے پوچھ لیں کہ جب آپ اپنے طلبہ کو پڑھاتے ہیں تو جو کتاب آپ کو پڑھانے کے لیے دی جاتی ہے، جو مضمون دیا جاتا ہے، کیا اس کی عبارت پڑھ کر آپ کتاب رکھ کر چلے جاتے ہیں؟ کیا کوئی اس طرح کرتا ہے؟ اور گر کوئی اس طرح کرے تو کیا اسے

استاد کہا جائے گا؟ (نہیں!) یا قاری کہا جائے گا؟ کہ قرآن پڑھ کر چلا جائے۔

یہ جو (جلسہ میں) آ کر (قرآن) پڑھتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں: یہ قاری صاحب ہے۔ میری طرح کوئی وعظ کرتا ہے تو کہتے ہیں: یہ مولوی ہے۔ اس (واعظ) کو یہ نہیں کہتے کہ یہ تلاوت کرنے والا ہے۔ تو اگر صرف تلاوت کرنا یا (یا ہاتھوں میں قرآن پکڑا) دینا مقصود ہے کہ حضور نے صحابہ کو قرآن دے دیا، بتلا دیا اب جا کر گھر چھوڑ آئیں معاذ اللہ۔ (تو پھر تو شخصیت کی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن اگر اللہ نے حضور کو معلم بنا کر بھیجا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ دین میں کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ رجال اللہ کی بھی اہمیت ہے۔ قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم) استاذ ہیں اور استاذ کا کام یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک عالم کو سکھانا اور اس کے مطابق مشق کرانا، جب قرآن کا حکم آیا ہو گا کہ **"اقیموا الصلوۃ"** نماز قائم کرو! تو کیا یہ استاذ کا کام نہیں ہے کہ نماز قائم کر کے سکھائے؟ آپ اپنے بچوں کو قرآن کے مطابق نماز تو سکھاتے ہیں، کیا صحابہ کو نہیں سکھائی گئی؟ صحابہ کو حضور نے نہیں سکھائی؟ استاذ اُس کو کہتے ہیں کہ جب اقیموا الصلوۃ کا حکم آیا تو نماز پڑھ کر سکھائی ہو۔ جب **"فاغسلوا وجوھکم وایدکم "** .کا حکم آیا تو وضو کر کے دکھایا۔ جب **"اتموا الحج والعمرۃ للہ"** .آیا تو حج اور عمرہ کر کے دکھایا۔ یہ ہے مشق، تعلیم مشق کا نام ہوتا ہے، تعلیم (ہاتھ میں کتاب پکڑا) ''دینے'' کا نام نہیں ہوتا، حضور استاذ ہیں، تو جب استاذ ہیں، تو جس طرح سے قرآن ہمارے ہاں پہنچا ہے، تو قرآن پر جو حضور نے عملی مشق کرائی ہو گی وہ بھی تو پہنچی ہو گی نا! اور آج (یہ بے ادب لوگ) کیا کہتے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ: نہیں! اوراق کو لے لو، مشق کو چھوڑ دو۔

قانون میں حوالہ قبول کیا جاتا ہے:

(حالانکہ دنیاوی معاملات میں یہی لوگ مشق کو اور حوالے کو قبول کرتے ہیں۔ جیسے) یہاں پر ہمارے ہاں جو قانون ہے، پرانے زمانے کا برٹش نظام کا قانون ہے، وہاں کیا ہوتا ہے، جب آپس میں لڑائی ہوئی، فیصلہ کے دوارن ایک فریق حوالہ دیتا ہے کہ فلاں زمانے میں، فلاں ملک میں، برٹش کے نظام میں یہ فیصلہ ہوا تھا، تو اُس حوالے کے مطابق اُس فیصلے کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ قانون اُس کو کہتے ہیں کہ حوالہ دینے کے بعد کسی کو گنجائش نہیں ہوتی۔ اب سمجھ لیجیے! قرآن اللہ کا کلام ہے، قانون ہے، جب حضور کے زمانے کا ریفرنس (حوالہ) دیا جائے کہ حضور نے رجم کیا، قصاص لیا، سرقہ کی حد جاری کی، اب کسی کو اللہ کے کلام میں (ردوبدل کی) کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆......☆

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد

المجالس الحسنہ

مجالس: مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم [خلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ]

مجلس......۲۸/ستمبر۲۰۱۳ء بمطابق ۲۱/ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ بروز ہفتہ

خدمت میں حاضری کا موقع ملا، قریب سات بجے جامعہ محمدیہ پہنچا ہوا۔ حضرت حسب معمول امسال بھی بخاری شریف کے درس کے لیے قبل از فجر ہی تشریف لائے ہوئے تھے۔ سبق کی ابتداء ہوئی، مختلف طلبہ کرام نے حدیث شریف کی عبارت پڑھنی شروع کی، تقریباً پانچ چھ صفحات کی عبارت پڑھی گئی، پھر حضرت نے ابتداء کتاب یعنی ''باب بدء الوحی'' سے درسی تقریر شروع فرمائی۔

خواب کی تعبیر:

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آئی کہ وحی کی ابتداء رویا صالحہ سے ہوئی تھی، اس پر فرمایا: حضرت اقدس علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضور انور ﷺ کے خواب تین طرح کے ہیں:

۱۔ رویا صالحہ، کہ خواب کا ظاہر بھی اچھا ہو اور تعبیر بھی خوشگوار ہو۔ ۲۔ رویا صادقہ۔

۳۔ رویا واضحہ۔ کہ جیسا خواب دیکھا ہے ہو بہو وہی تعبیر ہو جائے۔

پھر فرمایا:......''خواب کی تعبیر ضروری نہیں کہ ظاہر کے مطابق ہو۔ کبھی ظاہر اچھا نہیں ہوتا لیکن تعبیر بڑی اچھی ہوتی ہے۔ جیسے ایک خاتون نے خواب میں دیکھا کہ اللہ رب العزت کی زیارت ہوئی ہے اور انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ میں جنتی ہوں یا جہنمی؟ تو جواب ملا کہ تم جہنمی ہو۔ خواب کے بعد بہت پریشان ہوئیں۔ اپنے محرم کے ذریعے میرے سے پوچھا۔ میں بھی سن کر حیران ہوا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا، مگر الحمد للہ بڑے سر پر موجود ہوں تو کوئی پریشانی نہیں ہوتی، میں نے اپنے شیخ حضرت اقدس صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ کیا تو حضرت نے فرمایا: اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ بس کوئی ایسا گناہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو گئے ہیں، اس سے توبہ کر لیں اور دوبارہ جنتی بن جائیں۔''

اللہ والوں کی نظریں بڑی گہری ہوتی ہیں:

پھر فرمایا:......بڑوں کی رہنمائی کی بڑی ضرورت ہوتی ہے اللہ والوں کی نظریں بڑی گہری ہوتی ہیں۔ اس لیے فرمایا: ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله'' مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور

سے دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا: ......حضرت مولانا اشرف صاحب گوجرانوالہ کے تھے۔ ہمارے سامنے انہوں نے حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کو خواب سنایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میری کتابوں کو آگ لگ گئی ہے۔ بڑے پریشان تھے۔ حضرت نے فرمایا: پریشانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو آپ کی کتابوں اور علمی خدمات کے عنداللہ قبول ہونے کی علامت ہے، کیونکہ پہلے زمانے میں قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آگ اسے کھالیتی تھی۔

اسی طرح ایک اور صاحب نے خواب بیان کیا کہ میری بیوی میرا سر مونڈ رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا: ''یہ اشارہ ہے حج اور عمرہ کی طرف کہ وہاں جا کر آپ ایک دوسرے کے بال کاٹو گے۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی اور سے یہ خواب ذکر نہ کرنا۔''

پھر حضرت نے فرمایا: ویسے کتابی تعبیر اس خواب کی اچھی نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب بیوی کی کسی مالی یا دوسری خیانت کی طرف اشارہ ہے، لیکن اللہ والوں کی بڑی برکت ہے کہ بات کا رُخ موڑ دیا۔

مدارس دینیہ اور اہلِ ثروت:

باتوں سے بات چلتے چلتے اس جانب نکل گئی کہ دین کی حفاظت اور نشر واشاعت کے لیے عالم اسباب کے درجے میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے تاجر اور اہل ثروت حضرات کو قبول کر رکھا ہے۔ فرمایا: یہ اہلِ ثروت حضرات ہمارے مدارس کی چاردیواری ہیں، مجھے کیا پتہ یہ پنکھا کس نے لگوایا ہے، مسجد کی اینٹ میں کون کون حصے دار ہے، میں عرض کروں: یہاں تختی لگے نہ لگے عرش پر تختی لگ گئی۔ ان شاءاللہ

مدارس اور خیر کے دیگر سلسلوں میں تعاون کرنے میں پہلے نمبر پر تاجر حضرات ہیں، پھر درجہ بدرجہ ملازم وغیرہ حضرات ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، نہ جانے اللہ تعالیٰ کے ہاں کس کا کیا مقام ہے۔ اور کسی کی کون سی خدمت کس طرح قبول ہو چکی ہو۔

وقت کو کارآمد بنایا جائے:

پھر وقت کو کارآمد بنانے اور کام میں لگنے کی بابت بات ہوئی۔ اس نسبت سے فرمایا:

ہمارے والد صاحب کا زمانہ طالب علمی تقریباً ۴۵/سال پر محیط تھا۔ پاکستان بننے سے پہلے پڑھنا شروع کیا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہم اور والد صاحب اکٹھے پڑھنے آیا کرتے تھے۔ والد صاحب بہت پختہ حافظ تھے ہر وقت تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے تھے۔ مدرسے میں آتے ہوئے پانچ پارے پڑھتے تھے اور جاتے ہوئے پانچ پارے پڑھ لیتے تھے، مدرسے میں آکر بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، یا تو کسی کتاب کا مطالعہ کرتے تھے یا پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

پھر فرمایا:......میں توبہ(بیعت) کرنے والے احباب کو اکثر وہ واقعہ سناتا ہوں کہ ہم جامعہ مدنیہ میں تھے کہ ایک سرحد کے بزرگ آئے اپنا ٹرک کھڑا کر کے جلدی سے بیعت ہوئے اور جاتے ہوئے پوچھنے لگے: میں گاڑی تو ہاتھ سے چلاتا ہوں، زبان سے کیا کہوں؟ تو ایک بھائی کہنے لگے: آپ زبان سے ''اللہ اللہ'' کر لیا کریں، آپ کی گاڑی بھی چلے گی اور ساتھ ساتھ نیکیوں کی مشین بھی چلے گی۔

پھر فرمایا:......ہمارے ایک ساتھی ہیں میجر زبیر صاحب، وہ کہنے لگے:

''میں لاہور سے اسلام آباد جارہا تھا، راستے میں دس ہزار دفعہ کلمہ شریف کا ورد کرلیا۔''

پھر فرمایا:......جدہ ائیرپورٹ پر ایک تختی لگی ہے:''املأ دقائق الانتظار بذکر الله'' کہ اپنے انتظار کی گھڑیوں کو اللہ کے ذکر سے بھردیں۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں تو وہاں ایک پل پر یہ بورڈ لگا ہے:

اذکر الله من غیر جوار   فکن لله خیر جار

ترجمہ: جب تنہا ہوں تو اللہ کا ذکر کریں۔ اس طرح آپ اللہ کے بہترین ہمسائے شمار ہوں گے۔

اس موقع پر حضرت نے حسب عادت مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ سب مکہ مکرمہ کا ہی فیض ہے۔

حدیث مبارکہ تو نور ہی نور ہے:

حضرت نے احادیثِ نبوی کی بابت ارشاد فرمایا:......میرے عزیز! احادیث مبارکہ نور ہی نور ہیں، یہ شہد ہے، میٹھا شربت ہے، جتنا چاہے پیو۔ اللہ کے نبی ﷺ کی بات حق اور سچ ہے اس میں ذرا برابر بھی تردد نہیں۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ قیامت کے قریب انار کی طرح گول ہوجائے گا اور آج دیکھ لیں مدینہ منورہ کے اردگرد رنگ روڈ (الطریق الدائری) بن گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ نقشے میں بالکل گول ہوگیا ہے۔

حدیث شریف کی حسی برکت:

اسی دوران حضرت نے فرمایا:......حدیث شریف کے سلسلہ کی برکت ہے، جب حدیث شریف کا سبق شروع ہوتا ہے تو میری تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔(الحمدللہ)

خوابوں کی اہمیت:

آج ہی کی مجلس میں حضرت والا نے خوابوں پر بات کرتے ہوئے فرمایا:......ایک دفعہ شروع کے زمانے میں اپنے حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو خط لکھا تو اس میں کچھ خوابوں کا تذکرہ تھا، دل میں خیال تھا کہ شیخ سمجھیں گے کہ مرید صاحب کہیں پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت نے ایک جملہ فرمایا، فرمایا:......

''اپنے فضائل لکھ دیے ہیں، اصلاح کی کوئی بات تو پوچھی نہیں۔''

بس اس کے بعد خوابوں کی اہمیت دل سے نکل گئی۔

☆☆☆☆

حمزہ احسانی

محقق اہل سنت، ترجمان اہل حق، عالم ربانی

حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمہ اللہ

دارالافتاء والتحقیق جامعہ دارالتقوی لاہور کے صدر مفتی، بیسیوں علمی، مسلکی اور اصلاحی کتب کے مصنف، پاکستان کے بہت بڑے عالم، محقق اہل سنت، ترجمان علماء حق، عالم ربانی حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پوری طرح یاد تو نہیں کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا پہلا تعارف کب ہوا، مگر اتنا یاد ہے کہ بچپن ہی سے اُن کا نام اور کام دیکھنے اور سننے میں آتا رہا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی مفتی صاحب رحمہ اللہ کی جن کتب، رسائل اور مضامین کا بالاستیعاب مطالعہ کرلیا تھا، اُن میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

۱۔ مسائل بہشتی زیور (اِس سے تو برابر استفادہ جاری ہے۔)

۲۔ شیخ محمد بن علوی مالکی کے عقائد اُن کی تحریرات کے آئینے میں

۳۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے چار خلفاء کی داستان عبرت

۴۔ داستان عبرت نمبر دو ۵۔ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کا رجوع نامہ، ایک نظر

۶۔ قاضی (مظہر حسین) صاحب رحمہ اللہ کی دو باتیں [ماہنامہ حق چار یار، قائد اہل سنت نمبر]

۷۔ مولانا طارق جمیل صاحب کی بے اعتدالیاں اور ان کا جواب [ماہنامہ حق چار یار]

۸۔ مقام عبرت (حدود و تعزیرات اور اجماع کے بارے میں عمار خان کے مغالطوں کا جواب)

۹۔ مسجد اقصیٰ کی تولیت اور عمار خان ناصر کی یہود نوازی [مجلّہ صفدر]

۱۰۔ توہین رسالت کا مسئلہ اور عمار خان ناصر ۱۱۔ مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت

اور جن تحریرات کا استیعاب تو یاد نہیں، البتہ کچھ یا اکثر حصے کا مطالعہ رسمی تعلیمی زمانہ میں کر چکا تھا، اُن میں درج ذیل کتب و رسائل شامل ہیں:

۱۔ فہم قرآن (۳ جلد) ۲۔ فہم حدیث (تین جلد) ۳۔ اسلامی عقائد

۴۔ اصول دین ۵۔ تحفہ غامدی ۶۔ تحفہ اصلاحی ۷۔ فقہی مضامین

اور بقیہ کتابوں سے استفادہ کا موقع فراغت کے بعد ملا۔ چند ایک تاحال دستیاب نہیں ہوسکیں۔

آج جب یہ مضمون لکھنے کے لیے ماہنامہ ''حق چار یار'' لاہور کے اشاریہ میں حضرت مفتی صاحب

کے مضامین اور حضرت مفتی صاحب کی کتب میں اُن کی کتابوں کی فہرست دیکھنے بیٹھا ہوں تو بعض تحریرات کا اَب علم ہو رہا ہے۔ اِسے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے کام کی وسعت کہیں یا بندہ ناچیز کی نااہلی کہ اس قدر قرب و تعلق کے باوجود اُن کی حیات میں بعض تحریرات کا علم تک نہیں ہوسکا۔ ابھی نجانے اور کتنی تحریرات ہوں گی جو بندہ کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔

☆......ایک مضمون تو حضرت رحمہ اللہ نے بندہ ناچیز کی درخواست پر قلمبند فرمایا تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:

''عمار خان صاحب کے بارے میں ہمیں یہ تجربہ ہوا کہ ان کے اور ہمارے درمیان کوئی ایسی قدر مشترک نہیں ہے جس کی بنیاد پر فریقین کی بات کو ناپا تولا جاسکے۔ اس لیے اس کتاب کو دیکھ کر رکھ دیا تھا کہ اس پر تبصرہ کرنے کا یا اس کا تنقیدی جائزہ لینے کا فائدہ نہیں۔ البتہ یہ خیال بھی تھا کہ اگر عمار خان صاحب اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو وہ جانیں دوسرے لوگوں کو تو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔ اتنے میں مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک فرد مولانا سرفراز حسن حمزہ کی جانب سے ماہنامہ صفدر کا ایک شمارہ ملا اور ساتھ ہی ان کا یہ مطالبہ بھی کہ عمار خان صاحب کی کتاب پر کچھ لکھ دو۔ ان کی تحریر اور مطالبے نے تحریک پیدا کی اور یوں بنام خدا ایک مضمون تیار ہوگیا۔ اس پر میں مولانا سرفراز حسن حمزہ کا ممنون ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرما کر اس کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیں گے۔''

[عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی: ۲۱۷]

☆......بندہ کے تعلیمی دورانیے کے آخری سال میں حضرت مفتی صاحب کے تلمیذ رشید اور رفیق دارالافتاء مولانا مفتی شعیب احمد مدظلہ نے بندہ کو توجہ دلائی کہ آئندہ سال حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر فلاں فلاں کتب پڑھ لو! بظاہر یہ حضرت مفتی صاحب کی تدریس کا آخری سال ہے، علالت بڑھتی جارہی ہے، اَب اُن کے لیے پڑھانا مشکل ہے۔ کل وقتی داخلہ لے کر مکمل وقت نہ بھی دے سکو تو حضرت مفتی صاحب کے سبق میں شرکت کے لیے آیا جایا کرنا۔ شومئی قسمت کہ آئندہ سال لاہور میں رہنے اور حضرت مفتی صاحب سے استفادہ کی شدید خواہش کے باوجود یہ خواب پورا نہ ہوسکا۔

پہلی اور آخری ملاقات:

☆......عرصہ چار سال سے بندہ کی رہائش لاہور میں ہی ہے۔ اس دوران کئی مرتبہ **دار التقوی** حاضری ہوئی، مگر حضرت مفتی صاحب کی زیارت نہ ہوسکی۔ ایک روز حضرت مفتی صاحب کے صالح فرزند مفتی عبداللہ صاحب کی دعوت پر حضرت کے گھر حاضری ہوئی۔ الحمدللہ زیارت کی سعادت ملی۔ حضرت مفتی صاحب کے علمی رسوخ، وسعتِ مطالعہ، دینی تصلب (عمار خان والا نام نہاد دینی تصلب نہیں، جس کی ناحق سند اُس کو اس کے والد گرامی نے عنایت فرمائی ہے۔ بلکہ اکابر اہل سنت دیوبند والا حقیقی

تصلب) اور دفاع حق کے جذبہ کے انمٹ نقوش تو اُن کی تحریرات نے پہلے ہی دِل و دماغ پر نقش کر رکھے تھے۔ اُن کی زیارت و ملاقات سے اُن کی سادگی، عاجزی، للّٰہیت، خداخوفی، دینی فکر و کڑھن اور اکابر اہل سنت دیوبند کی حقیقی نشانی اور یادگار ہونے کی تصویر دِل میں کچھ ایسی پیوست ہوئی کہ کتابوں میں پڑھے اکابر کے واقعات پر یقین مزید پختہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن افسوس کہ یہ پہلی زیارت ہی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

اس ملاقات میں بہت سے حضرات موجود تھے جو حضرت مفتی صاحب سے مختلف سوالات کرتے رہے، اور حضرتؒ نے بھی بعض حاضرین سے کچھ چیزیں دریافت فرمائیں، اس طرح بہت سے پہلوؤں پر حضرت کے ارشادت سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ مثلاً: آج کل سکول کالج کے برے ماحول سے بچوں کو بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ تعلیم بھی حاصل ہوجائے اور اثراتِ بد سے حفاظت بھی، موجودہ سنگین حالات میں مجلّہ ''صفدر'' کا کیا حال ہے؟ کسی قسم کی پریشانی کا سامنا تو نہیں؟ حضرت سندھی رحمہ اللہ کے تفرادت اور مودودی صاحب کی ضلالت میں کیا فرق ہے، مولانا سلیم اللہ خان صاحب (رحمہ اللہ) نے جوابی مکتوب میں آپ کو توجہ دلائی کہ: ''مولانا زاہد الراشدی صاحب سے آپ کا اختلاف بالکل درست اور اس میں آپ کا موقف ہی صحیح ہے، لیکن وہ چونکہ مسلمان ہیں، عالم دین ہیں، اور آپ کے تایا ہیں، اِس لیے اَدب و احترام اور فرق مراتب بہرحال ملحوظ رکھیں۔'' اور آپ نے اس کو شائع کر دیا، اس سے کوئی منفی اثر تو نہیں پڑا؟ خلافت راشدہ موعودہ اور مطلقہ کا مصداق اور اس سے متعلقہ بعض مباحث کی توضیح۔ وغیرہ متفرق عنوانات پر خاصی دیر مجلس رہی۔ مجلّہ صفدر کی پالیسی سے حضرت کا اتفاق واطمینان ہمارے لیے انتہائی تسلی اور مسرت کا باعث ہوا۔ اور اپنے اور مجلّہ ''صفدر'' کے لیے حضرت کی ڈھیروں دعائیں لیے ہم رخصت ہوگئے۔

☆......اکابر اہل سنت کی سوانحی، مسلکی اور نایاب کتب کی اشاعت کے لیے قائم کیے گئے ادارے ''دارالامین'' کے ذریعہ حضرت کی متفرق تحریرات کی اشاعت میں حصہ لینے کی سعادت بھی الحمدللہ ہمیں نصیب ہوئی۔

ماہنامہ ''الشریعہ'' دجالیت کا مظہر ہے:

☆......ماہنامہ ''الشریعہ'' اور اُس کے ذمہ داران کی دین اور مسلک کش پالیسیوں کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب آخر تک اُن سے نالاں ہی رہے، حتی کہ نجی مجالس میں برملا فرمایا کہ: ''الشریعہ اِس دور میں دجالیت کا مظہر ہے۔'' (حضرت کے اِس ملفوظ کے گواہ حضرت کے اداراہ دارالتقویٰ میں موجود ہیں۔)

حضرت مفتی صاحب مولانا زاہد الراشدی کی روش سے دل گرفتہ تھے:

☆......عم مکرم مولانا زاہد الراشدی صاحب کی طرف سے اُن کے فرزند دلبند عمار خان کے ناجائز دفاع اور دیگر ناانصافیوں پر بھی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ افسوس فرمایا کرتے تھے، چنانچہ خود لکھتے ہیں:

’’متجددین (Modernists) میں سے جاوید غامدی کو کچھ ناسمجھ لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان کی گمراہیوں کو نہ سمجھ سکے۔ جاوید غامدی بات کرتے ہیں تو قران وحدیث کے حوالے دیتے ہیں جس سے سننے والے یہ تاثر لیتے ہیں کہ یہ منکر حدیث نہیں ہیں۔ ان کی خرافات کو سمجھنے کے لیے ہمارے کتابچے ’’تحفہ غامدی‘‘ کا مطالعہ کیجئے۔ بعض اور حضرات نے بھی غامدی صاحب کی گمراہیوں کو کھولا ہے۔

مقام عبرت ہے کہ جاوید غامدی باقاعدہ عالم نہیں ہیں لیکن دو چار وہ افراد جو معروف مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں انہوں نے بھی غامدی صاحب کی بارگاہ عقیدت میں سر جھکا کر اپنے علم کو ان پر فدا کر دیا ہے۔

ان میں سے ایک غامدی صاحب کے شاگرد رشید مولوی عمار خان ناصر ہیں جو مشہور و معروف مولانا زاہد الراشدی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ عمار خان، جاوید غامدی کو ہم عصر اہل علم میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کے بے باک ترجمان ہیں۔ دونوں یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نیا ایڈیشن لوگوں میں پھیلائیں۔ مولوی عمار خان چونکہ مولوی بھی ہیں اس لیے وہ علم کے نام پر ایک تو علماء کے اندر انتشار پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور دوسرے عوام کو اہل حق علما سے برگشتہ کرنے کے شغل کو بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب ان کے پشت پناہ ہیں۔‘‘ [نیا اسلام:۶]

’’جاوید غامدی اور عمار خان مولانا زاہد الراشدی صاحب کے معیار پر کس قدر پورے اُترتے ہیں، مولانا کو اس بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس تک نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ یہ نوجوان حق کے طالب ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عمار خان ہی کی تحریریں پڑھیے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اپنے افکار میں پختہ اور جامد ہیں۔ حق طلبی سے انہیں دلچسپی نہیں ہے اور ان کی اصل غرض جاوید غامدی کے اور اپنے افکار کی اشاعت ہے۔‘‘ [نیا اسلام:۷]

’’مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ہمیں شکوہ ہے کہ جب وہ سنت کا وہ معنی لیتے ہیں جو چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے اور جب اجماعی تعامل اور اہل سنت کے مسلمات کے وہ قائل ہیں تو انہیں اندازہ تو ہوگا کہ عمار خان کی کونسی بات درست ہے اور کونسی غلط ہے۔ لیکن مولانا اپنی رائے دینے کے بجائے آزاد غور و فکر کے نام پر دوسروں کو لڑا کر اور الجھا کر خود تماشا دیکھتے ہیں۔ مولانا کو جاوید غامدی اور عمار خان سے ہمدردی ہے لیکن دوسرے عام و خاص مسلمانوں سے اور دین حق سے وہ اس طرح ہمدردی کا اور حدیث **الدین النصیحہ** پر کلی عمل کا مظاہرہ نہیں کر رہے، حالانکہ عمار خان نے ذرا ذرا سی مثالیں دے کر کسی بھی مناسبت کے بغیر محض اپنے اجتہاد کے لیے ہادم دین ضابطے نکالے ہیں۔‘‘ [نیا اسلام:۸]

’’یہ بطور نمونہ ان ضابطوں میں سے ہیں جو عمار خان نے اپنی کتاب ’’حدود و تعزیرات‘‘ میں ذکر کیے ہیں اور جن کو وہ تلبیس سے کام لیتے ہوئے اہل سنت کے ضابطے قرار دیتے ہیں۔ جن اہل علم حضرات کو

جاوید غامدی اور عمار خان جیسوں سے ہمدردی ہے کیا وہ ان اصول وضوابط کو ان مقاصد سمیت جو یہ لوگ بتاتے ہیں اہل سنت کے اصول وضوابط مانتے ہیں؟ عمار خان کے بتائے ہوئے ان ضابطوں پر ہم آگے تفصیل سے کلام کریں گے۔ہم ان اہل علم حضرات سے کیا یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ تاویلوں کے چکر میں پڑنے کے بجائے حق کو حق کہیں اور باطل کو باطل کہیں۔تاویل ان لوگوں کے کلام میں کی جاتی ہے جو اہل سنت ہوں، اہل حق ہوں اور تسلیم شدہ اہل علم ہوں۔ جبکہ عمار خان سے بحالات موجودہ جس طرح کی ہمدردی کی جارہی ہے اور جس طرح ان کا دفاع کیا جارہا ہے وہ اس حدیث کا مصداق ہے **مـــن وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام."**[نیا اسلام:۱۱،۱۲]

''یہ سب کچھ ذکر کر کے ہم نے بہت رعایت کردی ورنہ عمار خان کو تو کچھ کہنے اور لکھنے کا شرعی حق نہیں ہے کیونکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اور جو مزید وہ کرنا چاہتے ہیں ان سب کا حاصل دین اسلام کو اپنی رائے کے مطابق نئی شکل دینا ہے۔یہ غرض فاسد ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب ان سب باتوں سے یقیناً واقف ہوں گے کیونکہ سمجھ بوجھ والے آدمی ہیں۔پھر بھی وہ جہاں دوسروں کا علمی دباؤ محسوس کرتے ہیں عمار خان کے دفاع میں آجاتے ہیں اور حق بات کہنے کے فریضے کو ترک کردیتے ہیں۔''[نیا اسلام:۱۳،۱۴]

مولانا زاہد الراشدی کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''آپ ہمارے قابل احترام بزرگ ہیں اور آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہوں گے کہ دین ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ تم دیکھو، دین کی بات کس سے لے رہے ہو، اسی طرح یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ جو شخص نااہل ہو، خواہ وہ عام آدمی ہو یا پروفیسر ہو یا کم علم یا ناقص علم عالم ہو، وہ اگر قرآن پاک کے بارے میں کچھ کہے ارو اتفاق سے وہ بات درست ہو، تب بھی اس نے غلطی کی۔ہاں یہ بات ہے کہ اگر کسی کو کوئی اشکال پیش آتا ہے تو اس کا حل بتانا علماء سے مطلوب ہے۔

اس کے باوجود آپ شرعی احکام میں اور قرآن وحدیث کے بارے میں آزادانہ بحث ومباحثہ کے حق میں ہیں، جس میں اس کی کوئی تمیز نہیں کہ رائے دینے والا اہل ہے یا نہیں۔

اور اس کا تو ہم آپ سے مطالبہ ہی نہیں کرتے کہ آپ بتائیں کہ: اب تک ''الشریعہ'' کے آزادانہ بحث ومباحثہ سے کتنے لوگوں نے ہدایت حاصل کی ہے، کیونکہ جن کے سامنے یہی نہ ہو کہ حق کیا ہے ارو حقانیت کا معیار کیا ہے، وہ حق کو کیا سمجھیں گے؟ ہم آپ کی روش سے دل گرفتہ ہیں۔کیا ہمارے لیے آپ کی طرف سے مایوسی اور حسرت وافسوس ہی مقدر ہے؟ والی اللہ المشتکیٰ

عبدالواحد......دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور......۲۰/۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء''[ماہنامہ الشریعہ:۵۱_نومبر ۲۰۱۱ء]

معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک:

۱۔عمار خان ناصر صاحب، جاوید غامدی کے بے باک ترجمان ہیں۔ جو علم کے نام پر علماء میں انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ اور عوام کو اہل حق سے برگشتہ کرنے میں مشغول ہیں۔ اور مولانا زاہد الراشدی صاحب اُن کے پشت پناہ ہیں۔

۲۔مولانا زاہد الراشدی کو اپنی ذمہ داری کا احساس تک نہیں ہے۔

۳۔مولانا زاہد الراشدی صاحب شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ نوجوان حق کے طالب ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عمار خان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے حق طلبی سے دلچسپی نہیں۔ محض جاوید غامدی اور اپنے افکار کی اشاعت مقصود ہے۔

۴۔مولانا زاہد الراشدی کو معلوم ہے کہ عمار خان کی کون سی بات غلط ہے اور کون سی درست۔ مگر وہ اپنی رائے دینے کے بجائے دوسروں کو لڑا کر اور اُلجھا کر خود تماشا دیکھتے ہیں۔

۵۔مولانا کو عمار خان سے ہمدردی ہے۔ لیکن وہ دوسرے عام وخاص مسلمانوں اور دین حق سے ہمدردی کا اور الدین النصیحہ پر کلی عمل کا مظاہرہ نہیں کر رہے۔

۶۔بحالات موجودہ عمار خان سے ہمدردی اور اس کا دفاع اس حدیث کا مصداق ہے: من وقر صاحب بدعة فقد أعان علیٰ هدم الاسلام.

۷۔مولانا زاہد الراشدی جہاں دوسروں کا علمی دباؤ محسوس کرتے ہیں، عمار خان کے دفاع میں آجاتے ہیں اور حق بات کہنے کے فریضہ کو ترک کر دیتے ہیں۔

۸۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی روش سے دل گرفتہ ہی رہے۔

۹۔اور مولانا زاہد الراشدی صاحب کی طرف سے اُن کے لیے حسرت وافسوس ہی مقدر رہا۔

۱۰۔ماہنامہ ''الشریعہ'' اِس دور میں دجالیت کا مظہر ہے۔

ماہنامہ الشریعہ کی صورت حال میں اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا یہ تبصرہ سو فیصد حقیقت کے مطابق ہے کہ: ''ماہنامہ الشریعہ اِس دور میں دجّالیت کا مظہر ہے۔''

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کے نام خط:

آج سے چند سال قبل کتاب ''تحفظ عقائد اہل سنت'' کی اشاعت سے پہلے بہت سے حضرات نے سرتوڑ کوشش فرمائی کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب علوی مالکی افکار وبدعات سے برات کا اعلان فرما دیں۔ حضرت مفتی عبدالواحدؒ نے اس وقت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کو یہ گرامی نامہ ارسال فرمایا:

بخدمت جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ اہل علم ہیں اور آپ کی عقیدت مندی کا میدان بھی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقیاں عطا

فرمائیں۔

محترم جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ افراتفری کا زمانہ ہے۔ نئے نئے فتنوں کا ظہور روزمرہ کے حساب سے ہو رہا ہے، اِس لیے صدق دل اور دلی ہمدردی سے عرض ہے کہ امت کو جوڑنے کی کوشش کی جائے، توڑنے کی نہ کی جائے، اِس کے لیے ایک قدم تو آپ نے اٹھایا کہ جناب کی متنازعہ کتابیں اور تقاریظ آپ کے نام کے ساتھ شائع نہ کی جائیں۔ آپ اگر ایک قدم اور اٹھا لیں اور برملا یہ اعلان کر دیں کہ آپ سے غلطیاں ہوئیں مثلاً-------------[1]

اور آپ ان غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں اور حافظ صغیر احمد اور مولانا عبد الحفیظ مکی سے جب تک وہ بھی اپنا توبہ نامہ شائع نہ کریں آپ ان سے تعلق نہ رکھیں۔

میرے بھائی! یہ وقت چلا جا رہا ہے اور اپنے ساتھ انسانوں کو بھی لیے جا رہا ہے۔ میں بھی موت کے انتظار میں ہوں اور میرا اور آپ کا معاملہ آج اور کل کا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو واقعہ کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہ کریں گے۔ توبہ نامہ شائع کرنے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کے مزید کاموں کی توفیق عطا فرمائیں گے اور یہاں کے مسلمانوں میں اتحاد کی قابل قدر صورت پیدا کر دیں گے۔

والسلام......عبد الواحد......دار الافتاء مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور

اپریل ۲۰۱۶ء/ رجمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ

---

[1] حضرت مولانا مفتی عبد الواحد رحمہ اللہ ایک مقام پر ان غلطیوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اتنی جرات کریں گے کہ:

۱)...... انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ آپ نے عبد الحفیظ مکی صاحب کی مروجہ محفل میلاد میں شرکت کا پڑھ کر ان کو جواب میں لکھا کہ ''تم نے بہت اچھا کیا، ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔''

۲)...... اور عاشورہ کے دن شہدائے کربلا کے لئے ایصال ثواب نہ کرنے پر متوسلین کو کہا کہ ''ڈوب مروتم سے تو خبیث رافضی ہی اچھے ہیں جو کم از کم جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں'' پھر خود ایصال ثواب کیا۔

۳)...... اور یہ کہ وہ عرس کی افادیت بیان کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''منجملہ دیگر مصالحہ کے اس اجتماع کے لیے یوم وصال کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مرید کے دل پر نقش ہوتا ہے اور اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالب فیض ہے۔''

ان تینوں امور کے بارے میں وہ کھل کر یہ کہیں کہ اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہیں اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بری تھے اور یہ ان پر محض افتراء تھا۔

اور عزیز الرحمٰن صاحب نے ''اکابر کا مسلک ومشرب'' میں جو یہ لکھا تھا ''اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں'' کیا وہ توبہ کرتے ہوئے کھل کر یہ کہیں گے کہ ان سے بڑی غلطی ہوئی تھی اور وہ اعتراف کرتے ہیں کہ اب وہ علم کل، علم غیب، مختار کل اور حاضر ناظر جیسے اعتقادی اختلاف کی وجہ سے بریلوی علماء اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

(مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے محمد علوی مالکی کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے لکھا تھا:)

''ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکما کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز سے جمع کیا۔ فجزاء اللہ خیرا کثیرا اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین ومتاخرین جمہور اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین، مفسرین، فقہاء اور محققین مشائخ کو پایا جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد امجاد وتلامذہ۔''

کیا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اس بات کو علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہیں گے کہ وہ اپنی تقریظ سے اس وجہ سے رجوع کرتے ہیں کہ محمد علوی مالکی صاحب اپنے عقائد کی وجہ سے اہل سنت سے خارج ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب اور تصرف وقدرت ہونے اور حاضر وناظر جیسے عقائد کی وجہ سے پکے بدعتی ہیں اور ان کی کتاب ''مفاهيم يجب أن تصحح'' بہت سی باتوں میں اہل سنت کے بالکل خلاف ہے اور خصوصا اکابر دیوبند کے مسلک سے تو بالکل مطابقت نہیں رکھتی اور انہوں نے (یعنی عزیز الرحمٰن صاحب نے) اپنی تقریظ میں جو کچھ لکھا وہ امر واقع کے بالکل خلاف ہے اور ان کی بڑی غلطی تھی۔

[مطبوعہ: ماہنامہ حق چاریار، دسمبر ۲۰۰۰ء......وماہنامہ صفدر شمارہ ۴، جون ۲۰۱۱ء]

افسوس کہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے جیسے، قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی کوششوں کو اپنی انا کی نذر کر دیا تھا، ایسے ہی انہوں نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس کوشش کو بھی ٹھکرا دیا۔ فإلى الله المشتكى

حضرت مفتی صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کتب میں ایک صفحے کا مختصر تعارف شامل ہوتا تھا۔ اُس کی اور دیگر معلوماتی ذرائع کی مدد سے ذیل میں مختصر حالات زندگی درج کیے جا رہے ہیں:

نام: عبدالواحد۔ سن ولادت: ۱۹۵۰ء

تعلیمی کوائف: ۱۔ایم بی بی ایس ۱۹۷۳ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے پاس کیا۔ ۱۔درس نظامی: جامعہ مدنیہ لاہور۔ وفاق المدارس عالمیہ کا امتحان ۱۹۸۳ میں پاس کیا۔ ۳۔تخصص فی الافتاء: جامعہ مدنیہ لاہور میں مولانا مفتی عبدالحمید رحمہ اللہ اور مولانا قاری عبدالرشید رحمہ اللہ سے کیا۔

تدریسی معمولات: جامعہ مدنیہ میں ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۴ء تک......مدرسہ احیاء العلوم لاہور میں دورۂ حدیث کا ایک سبق، ۲۰۰۴ء سے تاحصت۔......دارالافتاء والتحقیق چوبرجی پارک لاہور میں تخصص فی الافتاء ۲۰۰۴ء سے تاحصت۔

افتاء: ۱۔دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور ۲۔دارالافتاء والتحقیق چوبرجی پارک، لاہور

کسب معاش: ۱۔دو سال فوج کے میڈیکل کور میں بطور کیپٹن ملازمت۔
۲۔۱۹۷۹ء تا ۲۰۱۰ء محکمہ اوقاف کے ہسپتال میں ملازمت بطور میڈیکل افسر۔

تصنیفات وتحریرات:

۱۔تفسیر فہم قرآن (۳ جلد۔۱۶/مکمل)
۲۔فہم حدیث (۳/جلد) تقریباً ہر موضوع پر مشتمل احادیث کا مجموعہ
۳۔اسلامی عقائد ۴۔اصول دین ۵۔فقہ اسلامی (عائلی مسائل، مدلل)
۶۔مسائل بہشتی زیور (مکمل دو حصوں میں) دوسرا ایڈیشن مع اضافات مفیدہ
۷۔مریض ومعالج کے اسلامی احکام ۸۔مسنون حج وعمرہ مدلل
۹۔سونے چاندی اوران کے زیورات کے اسلامی احکام ۱۰۔صفات متشابہات اور سلفی عقائد
۱۱۔چند جدید معاشی مسائل اور مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دلائل کا جائزہ
۱۲۔ہدیہ جواب، مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے اعتراضات کا جواب
۱۳۔دین کا کام کرنے والوں کے لیے چند ضروری باتیں
۱۴۔فقہی مضامین (۴۱/مضامین کا مجموعہ) ۱۵۔ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار ونظریات
۱۶۔تحفہ اصلاحی، مولانا امین احسن اصلاحی کے مغالطوں کی نشاندہی اوران کا جواب
۱۷۔تحفہ خیر خواہی، بجواب مغالطات کیپٹن مسعود الدین عثمانی
۱۸۔تحفہ غامدی، جاوید احمد غامدی کے افکار ونظریات پر عام فہم اور آسان انداز میں تبصرہ
۱۹۔قرآن کو قرآن کے مطابق سمجھئے، منکرین حدیث کے جواب میں
۲۰۔ہدیہ فکر، تنظیم فکر ولی اللہی کے جواب میں ۲۱۔مولانا طارق جمیل صاحب کی بے اعتدالیاں
۲۲۔حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے چار خلفاء کی داستان عبرت ۲۳۔داستان عبرت نمبر۲

۲۴۔ہمارے اکابر کا اصل مسلک بجواب رسالہ ''اکابر کا مسلک ومشرب''

۲۵۔رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر

۲۶۔محمد بن علوی مالکی کے عقائد اُن کی تحریرات کے آئینے میں

۲۷۔اصلاحِ مفاہیم پر ایک نظر ۲۸۔مولانا عزیز الرحمٰن کا رجوع نامہ ایک نظر

۲۹۔جواب نفیس، پروفیسر ظفر اللہ شفیق کے جواب میں حضرت نفیس شاہ رحمہ اللہ کا دفاع

۳۰۔مکتوب گرامی بنام مولانا مفتی حمید اللہ جان رحمہ اللہ بسلسلہ اجتماعی ذکر بالجہر

۳۱۔مروجہ مجالس ذکر ودرود کی شرعی حیثیت ۳۲۔وقت کی اہم ضرورت فہم دین کورس کا آغاز

۳۳۔عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی (حدود وتعزیرات، اجماع، مسجد اقصیٰ اور توہین رسالت کی سزا سے متعلق عمار خان کی یہود نوازی کا منصفانہ اور محققانہ جائزہ)

۳۴۔اتمام حجت، کتاب ''صفات متشابہات'' پر غیر مقلدین کے اعتراضات کا جائزہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تمام تحریرات کے صرف اجمالی تعارف کے لیے بھی کئی صفحات درکار ہیں، سردست وقت اور جگہ کی قلت کے باعث اِسی پر اکتفا کرتے ہوئے آخر میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے مضمون ''اتمام حجت'' کے آغاز میں شائع ہونے والی چند تعارفی سطور مکرر پیش کی جارہی ہیں:

''محقق جلیل، فقیہ نبیل حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت نہ صرف اہل علم بلکہ عوام میں بھی اپنے علمی کام اور دعوتی، اصلاحی وتنقیدی لٹریچر کی وجہ سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔حضرت مفتی صاحب نے ایم بی بی ایس کرنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم وفنون کی تکمیل بھی فرمائی۔ فقہ وفتویٰ تو اوڑھنا بچھونا ہے۔تصنیف وتالیف سے شغف ہے۔شخصی استفتاءات کے جواب میں لکھے گئے فتاویٰ کی تعداد دس سے پندرہ (۱۰۔۱۵) ہزار کے درمیان ہے۔اس کے علاوہ تصانیف میں تفسیر فہم قرآن (۳/جلد)، فہم حدیث (۳/جلد)، مسائل بہشتی زیور (۲/جلد)، فقہ اسلامی، مرایض ومعالج کے اسلامی احکام، اُصول دین اور اسلامی عقائد وغیرہ جیسے وقیع علمی کام حضرت کے قلم سے امت کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ اِن خدمات سے نہ صرف عوام استفادہ کررہے ہیں، بلکہ اہل علم بھی ان کی قدردانی کرتے ہیں، کئی ارباب فتاویٰ کی میز پر یہ کتابیں موجود رہتی ہیں۔

اِس علمی خدمت کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کا ایک خاص امتیازی وصف راہِ حق سے ہٹنے والے افکار کی بروقت اور مضبوط گرفت اور نقد بھی ہے۔اِس میدان میں اللہ رب العزت نے حضرت کو خاص شان سے نوازا ہے۔دین کی صحیح تعبیر وتشریح کرنا اور اس تعبیر کی فکری کج رویوں سے حفاظت کرنا حضرت مفتی صاحب کا نصب العین معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ اس راستے سے عصر حاضر میں جس قدر فتنے وجود میں آئے،

حضرت مفتی صاحب کے قلم سے اُن کا عالمانہ اور محققانہ رد بروقت سامنے آیا۔ڈاکٹر اسرار کے اَفکار و نظریات ہوں یا مولانا طاسین کی فروگذاشتیں،جاوید احمد غامدی کی گمراہیاں ہوں یا پرویزی فکر کے حامل ڈاکٹر قمر زمان کی ہرزہ سرائیاں،کیپٹن عثمانی کی کج رویاں ہوں یا مولانا زاہد الراشدی کے صاحبزادے عمار خان ناصر کی باطل تاویلیں حضرت مفتی صاحب کا قلم سب کی جراحی کا فریضہ کلیدی محور سے ادا کرتے نظر آتا ہے۔

تحقیق حق کے اِس تنقیدی سلسلے میں جہاں غیروں کی خبر لی گئی،وہیں الدین النصیحة کے تقاضے کو نبھاتے ہوئے کچھ اپنے نادان دوستوں سے بھی گفت و شنید کی گئی ہے۔اِس فہرست میں محمد بن علوی مالکی (ایک بدعتی شیخ) کے نادان حامیوں (صوفی محمد اقبال صاحب،مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم،مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی اور حافظ صغیر احمد صاحب) کے علاوہ پروفیسر ظفر اللہ شفیق صاحب وغیرہ کا نام شامل ہے۔

عقائد و نظریات کی اصلاح اور حفاظت کے جذبے سے لکھے گئے مواد میں ایک وقیع اضافہ ’’صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد‘‘ نامی کتاب سے ہوا ہے۔یہ کتاب ایک ایسے موضوع پر ہے جس پر اردو میں خاطر خواہ مواد موجود نہیں تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور الحمد للہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ بقول حضرت مولانا مفتی محمود اشرف مدظلہم ’’سلفیوں کی موہم تجسیم،تعبیر اور اہل سنت کے صحیح عقیدے میں فرق کو جس دقت اور وضاحت کے ساتھ اِس کتاب میں حضرت مفتی صاحب نے کھولا ہے،وہ حضرت مفتی صاحب کا ہی حصہ ہے۔‘‘ حضرت مفتی صاحب کے قلم کی خصوصیت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اہل علم نے اس کتاب کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔سلفیوں اور غیر مقلدین نے پانچ سال بعد بزعم خود اس کتاب کا جواب لکھ کر ایک جلد شائع کی،حضرت مفتی صاحب نے کتاب کا تجزیہ کر کے جوابی رسالہ میں خوب پوسٹ مارٹم کیا۔اور بقامت کہتر بقیمت بہتر رسالہ تیار کر دیا۔جزاه الله عنا وعن سائر اهل الحق

مجلّہ صفدر کی یہ خوش قسمتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اپنا جوابی رسالہ طبع کرنے کے لیے اِس کا انتخاب فرمایا،چنانچہ اِس دفعہ کا شمارہ اِس سلسلے کا مختصر ’’خاص نمبر‘‘ ہے۔اِس مضمون کے ساتھ اگر قارئین حضرت مفتی صاحب کی اصل کتاب بھی پیش نظر رکھیں تو اِن شاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔ورنہ یہ تحریر بھی کافی ہے۔کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی خصوصیت ہے کہ فریق مخالف کی پوری بات اپنے سیاق و سباق کے ساتھ پیش فرماتے ہیں،چاہے اس کے لیے اپنی کتاب کے صفحات ضائع کرنا پڑیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحب کی ان کاوشوں کو قبولیت نصیب فرمائیں اور ہماری اِس پیش کش کو بھی قبول عام و تام نصیب فرمائیں۔آمین بجاہ النبی الکریم‘‘[مجلّہ صفدر،۹۰]

اللہ پاک کی توفیق شامل حال رہی تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے مزید معلومات اور گزارشات آئندہ کسی اشاعت میں شامل کر دی جائیں گے۔ان شاءاللہ☆☆

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم، ڈیرہ اسماعیل خان

اجتماعی ذکر کی مجالس

اجتماعی مجالس ذکر کے بارے میں نہایت قیمتی اور سنجیدہ تحریر

نحمده ونصلي على رسوله الكريم امابعد!

ہر دور میں اُس دور کے لوگوں نے اپنی طرف سے مختلف رسوم شروع کیں، کئی رسوم کے بانی جہلاء لوگ تھے، اور کئی رسوم کے بانی اہل علم طبقہ کے لوگ بھی تھے، بہت سی رسوم ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنی ذات میں بری نہیں ہوتیں، لیکن نیتوں اور انجام کے اعتبار سے اُن میں برائی آجاتی ہے، اول تو اہل علم کی شایانِ شان نہیں کہ سنت سے ہٹ کر کسی رسم کے بانی بنیں، لیکن اگر ابتداء میں قباحت معلوم نہ ہو اس لیے رسم کی بنیاد رکھ لی جائے، تو جب قباحت ظاہر ہو جائے، تو اہلِ علم کے لئے ضروری ہے کہ اُس سے نہ صرف کنارہ کشی کریں، بلکہ جہاں تک اثر ورسوخ ہو عوام کو اُس کی برائی اور قباحت سمجھا کر اُن کو بھی اُس سے دور کیا جائے، اور خود بھی اُن رسوم کے باقی رکھنے پر اصرار نہ کیا جائے، اِس کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں، یہاں چند کا ذکر مثال کے لیے کافی ہوگا۔

مثلاً: مجالسِ ذکر ولادتِ نبی ﷺ ہیں، اِن مجالس کی ذات میں یقیناً برکات تھیں، مسلمانوں کا ایمان تازہ ہونے کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی سنتوں والی زندگی اپنانے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا، اور آج بھی پیدا ہو سکتا ہے، مگر حالت یہ ہوئی کہ ان مجالس میں کافی خرابیاں پیدا ہوئیں، جن کو دیکھنے کے سبب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے سختی سے منع فرمایا، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس معاملہ میں نرمی اختیار فرماتے تھے، نقطہ نظر میں اختلاف کا سبب یہ تھا کہ حضرت گنگوہی کی نظر مفاسد پر تھی، اور حضرت تھانوی کی نظر بعض مصالح پر تھی، اور جو خیال حضرت تھانوی کا تھا، وہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا تھا، پھر اس سلسلہ میں حضرت تھانوی وحضرت گنگوہی رحمہما اللہ کے مابین طویل خط وکتابت ہوئی، جس کے نتیجہ میں یہ نہیں ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ جیسے متصلب فی المذهب نے رجوع کیا ہو بلکہ یہ ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسے متساہل نے رجوع فرمالیا، یہ طویل خط وکتابت ''مکاتیبِ رشیدیہ'' میں صفحہ ۱۴۹/ سے ۱۷۳/ تک اور ''تذکرۃ الرشید'' [حصہ اول] میں صفحہ ۱۱۳/ سے ۱۳۶/ تک ہے۔

ذہن میں رہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے لیے لفظ ''متساہل'' بے ادبی کے لیے نہیں بولا ہے بلکہ متساہل سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ اس معاملے میں نرمی کرنے والے تھے۔

اب بھی کئی دیوبندی کہلانے والے، اہل بدعت کو اپنے قرب سے مشرف کرنے کے لیے حضرت حاجی صاحب اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ کے اُسی نرمی والے پہلو کو لیے پھرتے ہیں، حالاں کہ اِن کی فہم حضرت گنگوہی اور تھانوی رحمہما اللہ کی فہم سے زیادہ نہیں ہے، مصلحت اِس میں تو مسلَّم ہے کہ اہلِ باطل واہل بدعت کا رد نرمی سے کیا جائے، لیکن اِس میں ہرگز مصلحت نہیں مانی جاسکتی کہ بدعت میں اِن لوگوں کا ساتھ دیا جائے تاکہ یہ قریب ہوں، بدعت اور رسم میں ہرگز شامل نہ ہونا چاہیے، ہاں نرمی سے سمجھانا چاہیے کہ یہ بدعت ہے، رسم ہے، خلافِ سنت ہے۔

دوسری: مثال حیلہِ اسقاط ہے، جس کو شروع کرانے والوں نے تو محض کسی غریب کے لیے شروع کیا ہوگا، مگر اب امیر اور غریب کی تمیز کیے بغیر کئی جگہ اِس حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے ساتھ دھوکہ اور مذاق ہو رہا ہے، تو اگر آج کا فقیہ اور متصلب عالمِ دین اُس کا ناجائز ہونا بیان کرے، تو کیا اُس کا جرم ہوگا؟ مصلحتوں کا شکار مولوی یہاں بھی ایسے عالمِ دین کو مطعون کرتے ہیں۔

ایسے ہی بہت سی فقہی کتابوں میں زکوۃ کے لیے حیلہ تملیک کا جو ذکر آتا ہے، جس کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ مذاق اور فقیر کے ساتھ دھوکہ سے تعبیر کرتے ہیں (مواعظ حقوق وفرائض صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵) کہ زکوۃ کا مال ایک فقیر کو دے دو، پھر اُس کو کہو کہ مدرسہ میں جمع کرادے، اور پھر وہ مدرسہ میں جمع کرادیتا ہے، اب عام فقیر کے بجائے مدرسہ کا مہتمم طالب علم سے یہ کام لیتا ہے، جب کہ دینے والا مہتمم درحقیقت اُس طالب کو پورا اختیار نہیں دیتا، اور طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ اُس کو لے کر اپنے پاس رکھ لینے کا مجھے اختیار نہیں، اس لیے لے کر فوراً واپس کر دیتا ہے، حتیٰ کہ آدھی رقم یا کچھ بھی حصہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا، مصلحت کا شکار لوگ اب بھی اِسی حیلہ کو لیے پھرتے ہیں، ممکن ہے کہ اِس کی ابتداء مخلصین سے ہوئی ہو، مگر اَب اِس پر عمل شریعت سے مذاق ہے، اَب تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی فقیر سے کہو کہ اتنی رقم کسی سے قرض لے کر صدقہ کردے، پھر فقیر کے اُس صدقہ کو مصرف میں لگایا جائے، اور مہتمم اُس فقیر کا قرض زکوۃ وغیرہ کی رقم کے ذریعے اتارنے میں مدد کرے۔ [حقوق وفرائض صفحہ: ۵۱۵]

اسی کی مثال یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی پیر کا کوئی کمزور مرید ہوگا، اُس کو زیادہ ذکر کرنے کی طاقت نہ ہوگی، اُس نے اُس کمزور مرید کو بس اتنا ذکر بتایا ہوگا کہ ہر نماز کے بعد تین بار کہہ دیا کرو **لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ**، اب لوگوں نے اِس کو ایک مستقل عمل بنالیا کہ امام اور مقتدی سب فرض نماز کا سلام

پھیر کر اجتماعی طریقے پر کئی بار کلمہ شریف کا وِرد کرتے ہیں۔

یہی حال اللہ والے صوفیاءِ کرام کے طریقہ ہائے علاج کا ہے، اُن حضرات نے جو اَذکار و اَعمال اپنے اپنے مریدین کے لیے برائے اصلاح تجویز کیے تھے، آج کے دور میں اُن اَعمال اور اَذکار کے طریقوں کو ایک مستقل شرعی عمل کی حیثیت دی جا رہی ہے، اِس صورتِ حال کا علاج یہ ہے کہ اَب کے دور کے سب اہل اللہ کو چاہیے کہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات سامنے رکھتے ہوئے ایسے سب اعمال اور طریقہ ہائے اَذکار سے بچیں اور دوسروں کو بچائیں جنھیں عوام نے مستقل ''شرعی عمل'' اور مستقل ''نیکی'' کی حیثیت دے رکھی ہے، خدارا! اُمت کے حال پر رحم کیجیے، اللہ تعالی سے قریب کرنے کے بجائے شیطان سے قریب نہ کیجیے، سنت والی زندگی کے قریب کرنے کے بجائے بدعات والی زندگی کے قریب نہ کیجیے، ہر ایک مرشد نے اپنے خلفاء اور مریدین کا ایک جال بچھا رکھا ہے، اور وہ خلفاء و مریدین طرزِ زندگی اور طرزِ عمل ایسا اختیار کر رہے ہیں جو سُنن نبوی والی پیاری زندگی سے ہٹتا جا رہا ہے، بدعات کے مخالف ہو کر بھی بدعات میں لگے ہیں، کوئی کرنٹ لگا لوگوں کو ہنسنے کا موقع دے رہا ہے، تو کوئی اتنا سادہ بن رہا ہے کہ اُس کو دھوکہ باز مریدین جھوٹے خواب سنا کر خلافت حاصل کر رہے ہیں، اور نہ صرف خود بلکہ وہ مرید اور خلیفہ دوسروں کو حضرت سے جوڑ جوڑ کر جھوٹے خواب بنوا بنوا کر خلافتیں تقسیم کروا رہے ہیں، بعض نے چند مخصوص اوراد کی تسبیحات پوری کرنے پر خلافت دینے کا اعلان کر رکھا ہے، بعض نے اپنے مریدین کو اِس دعوت پر لگا رکھا ہے کہ ہمارے حضرت سے بیعت ہو جاؤ، بعض خود جلسوں اور کانفرسوں میں اعلان کرتے اور کرواتے ہیں کہ جس نے مرید ہونا ہو حضرت صاحب سے مرید ہو جائے، نہ پیر کے ساتھ مرید کی مناسبت شرط ہے، نہ خط و کتابت کی ضرورت ہے، نہ فون پر مل سکتے ہیں، نہ گناہ چھوڑنا شرط ہے، نہ باطن کی اصلاح کے لئے سبق لینا شرط ہے، بس حضرت جی سے بیعت ہوئے، اور حضرت نے ظاہری توبہ کرالی، اور تسبیحات اذکار بتا دیئے، تو بس آدمی مرید ہو گیا، اب سال کے بعد ایک اجتماع میں حاضری کافی ہے، یا سال میں ایک بار حضرت کو اپنی بستی اور گاؤں میں بلا کر وعظ و نصیحت کروا لینا کافی ہے۔

کیا بس اتنا کافی ہے؟ کیا اِس سے آپ کا مرید خلافت کا اہل بھی ہو گیا؟ کیا آپ کو اپنے اکابر و اسلاف کا طرزِ عمل مناسب نہیں لگتا؟ کہیں آپ کا مقصود بس اپنی پیری کی شہرت تو نہیں ہے؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ اور ہمارے دوسرے اسلاف اکابرین کا طرزِ عمل آپ کو فرسودہ لگ رہا ہے؟ سوچیں آپ کس راہ پر چل پڑے؟ ہمارے اسلاف شہرت اور شہرت والی حرکتوں سے کوسوں دُور رہنے کی کوشش کرتے تھے، اب تو بعض اپنے ملفوظات خود لکھتے ہیں ماشاء اللہ، اور اپنے ساتھ مولانا (**اضـــــافة**

الشيء إلى نفسه جیسے قبیح فعل کے مرتکب ہوکر) اپنے ہی قلم سے لکھتے ہیں، اپنے ساتھ لکھے جانے والے القاب خود بنا کر مریدین اور متعلقین کو حکم کرتے ہیں کہ ایسے اور ایسے لکھو!، اشتہار میں بڑا نام ہونا چاہیے، اور نام اوپر ہونا چاہیے، یہ سب کیا ہے؟ کیا اِسی کو اسلاف کی سڑک کہتے ہیں؟ خدارا! سوچیے! اور بار بار سوچیے! آپ کے مریدین اور متعلقین نے آپ کو کھلونا بنا رکھا ہے اور آپ ہیں کہ اُن کے ہاتھوں عجیب وغریب طرح کھیل رہے ہیں، یہ چند تلخ مگر حق باتیں ہیں، جن پر غور ضروری ہے۔

بہر حال ان باتوں میں سے ایک بات آج کل کی اجتماعی مجالسِ ذکر اور اجتماعی مجالسِ درود شریف اور اجتماعی مجالسِ اعتکاف کی ہے، جس پر کچھ عرض کرنا مجبوری ہوگیا ہے۔

یاد رہے کہ جس نیکی کے اجتماعی صورت میں کرنے کا اللہ ورسول کی طرف سے حکم ہو، اُس کو اجتماعی صورت میں کرنا نیکی ہے، اور جس کو انفرادی صورت میں کرنے کا حکم ہو اُس کو انفرادی صورت میں کرنا نیکی ہے۔ (اجتماعی کو انفرادی میں اور انفرادی کو اجتماعی میں) تبدیل کرنے کو اگر مستقل شرعی عمل سمجھ لیا جائے تو یہ بدعت بن جائے گا۔ فرض نماز باجماعت اجتماعی صورت میں پڑھنا واجب ہے، انفرادی صورت بغیر عذر کے سخت جرم ہے، اور تراویح کے علاوہ باقی نوافل انفرادی صورت میں ادا کرنے کا حکم ہے، اجتماعی صورت میں نوافل کی ادائیگی کو ''مکروہ'' لکھا ہے، اور مکروہ سے بھی پرہیز تقوی کا حصہ ہے۔ انفرادی طور پر نماز چاشت واشراق مستحب ہے، محض صورۃً اجتماعی صورت بن جانے کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بدعت کہتے ہیں۔ نئی ملاقات ہونے پر مسلمان کو سلام اور مصافحہ سنت ہے، لیکن نماز عصر، فجر یا کسی مخصوص نماز کے بعد اجتماعی صورت میں سب نمازیوں کے ایک دوسرے کو سلام ومصافحہ کرنے کو فقہاء مکروہ وبدعت کہتے ہیں۔ سلام اور مصافحہ کے علاوہ معانقہ بھی مستحسن ہے مگر نماز عید کے بعد لوگوں کا مصافحہ ومعانقہ کرنا ہمارے اکابرینِ دیوبند بدعت لکھتے ہیں۔ یہ چند مثالیں ہیں جن سے صاف واضح ہے کہ اجتماعی عمل کو انفرادی صورت میں بدلنا اور انفرادی عمل کو اجتماعی صورت سے بدلنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے، اور مکروہ اور خلافِ سنت کو جب سنت یا مستحب سمجھا جائے تو وہ بدعتِ قبیحہ کہلاتا ہے۔

یہاں ذہن میں رہے کہ ذکرُ اللہ میں اصل اخفاء ہے یعنی آہستہ کرنا، جہر خلافِ اصل ہے، جو کبھی کبھار ہو تو جائز ہے، اور بطورِ علاج ہو تو جائز ہے، اور جب ضروری سمجھا جائے یا مسنون مانا جائے تو بدعت ہے، فقہی فتاوی اور کتابوں میں یہ سب باتیں صاف اور واضح لکھی ہوئی ہیں اس لیے حوالے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، اگر کسی کو تسلی نہ ہو تو استاذِ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کی کتابوں: راہِ سنت، حکم الذکر بالجہر اور اخفاء الذکر میں حوالے موجود ہیں، تسلی کرلیں۔

اجتماعی مجالسِ ذکر اور احادیث نبویہ:

اجتماعی مجالسِ ذکر کے بارے میں بعض احادیث آئی ہیں ،اُن کا ذکر کرنا اور پھر اُن کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہے،تا کہ اُن کی وجہ سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی غلط فہمی دُور ہو۔

(۱)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائیں گے میدانِ حشر میں جمع ہونے والے آج جانیں گے کہ اہلِ کَرَم (عزت پانے والے) کون ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! اہلِ کَرَم سے کون مراد ہیں؟ فرمایا: مسجدوں میں ذکر کی مجالس والے۔'' [صحیح ابن حبان،الاحسان:۸۱۶/۱،مسند احمد:۱۱۶۵۲،مسند ابی یعلی:۱۰۴۶]

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں ذکر کی جو مجالس ہوں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن مجالس میں شامل ہونے والوں کی عزت اور اکرام فرمائیں گے،ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ فضیلت سُنی ہوگی تو اُس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ایسی مجالس قائم بھی کی ہوں گی،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ فضیلت سنی ہو اور پھر مجالسِ ذکر قائم نہ کی ہوں بالکل بعید اور بہت بعید ہے،لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ ایسی مجالسِ ذکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قائم کرتے تھے،اب اُن کی مجالس ذکر کس طریقے کی ہوتی ہوں گی؟ اس بارے میں آگے ذکر آئے گا۔ان شاء اللہ!

(۲)......حضرت ابو ہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو قوم بھی بیٹھے اور (وہ لوگ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں،فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں،اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے،اور اُن پر سکینہ نازل ہوتی ہے،اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود فرشتوں میں اُن کا تذکرہ کرتے ہیں۔'' [مسند احمد:۱۱۸۷۵]

اِس حدیث میں بھی مجلسِ ذکر کی چار فضیلتیں بیان ہوئی ہیں،اور ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ فضیلت سنی ہوگی تو اُس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے ایسی مجالس قائم بھی کی ہوں گی،تو صحابہ کرام کی مجالسِ ذکر کیسی تھیں؟ ہم آگے ذکر کرتے ہیں۔

(۳)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم لوگ جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو خوب چرو،صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جنت کے باغات کون سے ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔[مسند احمد:۱۲۵۲۳،مصابیح السنہ:۱۵۶۵]

اس حدیث میں مجالسِ ذکر کو جنت کے باغات فرمایا،اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کا حکم فرمایا، اِس قسم کی روایات اور بھی بہت ہیں،اِن روایات میں مذکور مجالس ذکر سے کیسے طریقہ کا ذکر مراد ہے؟ اور یہ

مجالس کیسی ہوتی تھیں؟اس بارے میں چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مجالس ذکر کی فضیلت کی ایک حدیث میں مضمون اس طرح نقل ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''بیشک اللہ تعالی کے کچھ چلنے پھرنے والے فرشتے ہیں وہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے ہیں، جب ذکر کے حلقہ والوں کے پاس پہنچتے ہیں، اُن کو گھیر لیتے ہیں، پھر اپنے جاسوس فرشتے کو آسمان کی طرف اللہ تعالی کے پاس بھیجتے ہیں،تو بتاتے ہیں کہ:اے ہمارے رب!ہم آپ کے بندوں میں سے کچھ کے پاس آئے،وہ آپ کی نعمتوں کی عظمت بیان کررہے تھے،آپ کی کتاب کی تلاوت کررہے تھے،اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھ رہے تھے،اور اپنی آخرت اور دنیا کے لیے آپ سے مانگ رہے تھے،تو اللہ تعالی فرماتے ہیں اُن کو میری رحمت سے ڈھانپ لو،عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب!اُن میں فلاں بہت خطائیں کرنے والا بھی ہے،اللہ تعالی فرماتے ہیں اُن کو میری رحمت سے ڈھانپ لو،وہ ایسے اہلِ مجلس ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا۔'' [مسند بزار:ح ۶۴۹۴،حلیۃ الاولیاء:۶/ ۲۶۸،وغیرہ]

اس مضمون کی احادیث بہت سی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہ اہلِ مجلس ذکر وہ ہیں جو اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتے ہیں اُس کی حمد کرتے اور بڑائی بیان کرتے ہیں،اور جنت مانگتے ہیں،اور دوزخ سے پناہ طلب کرتے ہیں،اور ایک دوسرے کو قرآن مجید سناتے اور دور کرتے ہیں ،فقہی اور علمی مسائل بھی سنتے سناتے ہیں، اور درود شریف پڑھتے ہیں،نماز پڑھتے ہیں،وغیرہ ،مختلف اعمال میں لگے ہوتے ہیں،اِن سب روایات کو سامنے رکھنے سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ مجالسِ ذکر سے مراد اپنے اپنے طور پر ذکر وتلاوت،نماز وغیرہ مختلف اعمال میں مشغول لوگ ہیں جو مساجد میں یا کسی بھی جگہ مدرسہ وغیرہ میں جمع ہوتے ہیں اور اِن اعمال کے کرنے میں اُن کی صورت اجتماعی ہوتی ہے،لیکن بیک زبان ہوکر یہ اعمال کرنا مراد نہیں ہے،اور نہ ہی اِن میں سے ہر ہر عمل بیک زبان ہوسکتا ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جیسے موجودہ مجالسِ ذکر والے حضرات مثلاً کلمہ شریف اور اُس کے ایک ایک لفظ کا ذکر بیک زبان کرتے ہیں، جنت مانگنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا بھی بیک زبان ہوسکتا ہے؟قرآن مجید کی تلاوت بھی بیک زبان ہوسکتی ہے؟ درود شریف بھی بیک زبان پڑھا جاسکتا ہے؟نماز بھی بیک زبان ادا ہوسکتی ہے؟ **سُبحانَ اللہ،الحمدُللہ، اللہُ اکبر** کلمات کا ذکر بیک زبان کرتے ہیں؟حالاں کہ حدیثوں میں مذکور مجالسِ ذکر میں تو یہ سب اعمال واَذکار ذکر ہیں؟

یہ باتیں نہ لڑنے کی ہیں،نہ ضد کرنے کی ہیں،سمجھنے اور سمجھانے کی ہیں،اپنے مشائخ کے کسی ایک

طریقہ پر پابندی انفرادی صورت میں ہوتو اتنا دینی نقصان نہیں جتنا اجتماعی صورت اختیار کرنے میں دینی نقصان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک اور حدیث سامنے رکھیں کہ: ارشاد فرمایا کہ: حدیث قدُسی ہے:

''میں بندہ کے گمان کے مطابق کرتا ہوں، جو گمان وہ میرے ساتھ کرتا ہے، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ میرا ذکرا کیلے کرتا ہے تو میں اُس کا ذکرا کیلے حال میں کرتا ہوں، اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اُس کا ذکر اُس سے بہتر فرشتوں کی جماعت میں کرتا ہوں۔''

اِس حدیث میں خوب غور کریں، اور سمجھیں کہ جب بندہ اللہ تعالی کا ذکرا کیلے کرتا ہے تو اللہ تعالی بندے کا ذکرا کیلے میں کرتا ہے، اِس میں بندہ کا اللہ تعالی کو یاد کرنا اور اللہ کا ذکر کرنا سمجھ سے باہر نہیں ہے، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بندہ اللہ تعالی کا ذکر کرے، یہ ذکر اللہ کے مختلف کلمات بولنے سے بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالی کی نعمتیں اور قدرتیں سوچنے سے بھی ہوسکتا ہے۔

لیکن بندہ اللہ تعالی کا ذکر بندوں کی مجلس میں کرے، اِس کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟

اس کی دو صورتیں خیال میں آسکتی ہیں:

ا۔ایک یہ کہ مثلاً مجلس، جلسہ اور اجتماع ہو، بندہ بیان کرے جس میں اللہ تعالی کے احکام، ترغیبات وترہیبات، حلال وحرام، اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اللہ تعالی کے احسانات بیان کرکے بندوں کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے اور پابندی کرنے کی ترغیب ہو، حدیثِ مذکور کے مطابق ایک بندہ یہ بیان کررہا ہوتا ہے ، دوسرے سُن رہے ہوتے ہیں، بڑے بڑے حضرات اِسی صورت کو مجلسِ ذکر کا مصداق بتاتے ہیں۔

عطاء الخراسانی یقول مجالس الذکر هی مجالس الحلال والحرام

[مسند الشامیین للطبرانی :۲۲۹۹] حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجالسِ ذکر سے مراد وہ مجالس ہیں جن میں حلال وحرام احکام کا تذکرہ ہوتا ہو۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه أنه قال: .ذا رئیتم ریاض الجنة فارتعوا، أما أنها لیست بمجالس القُصّاص ولکنها مجالس أهل الفقه. [الآثار لابی یوسف :۹۵۹] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب جنت کے باغات سے گزرو تو اُن سے خوب چرو، پھر فرمایا مراد قصہ گو لوگوں کی مجالس نہیں ہیں، بلکہ فقہ یعنی مسائل والے لوگوں کی مجالس ہیں۔

بلکہ خود نبی کریم ﷺ کی دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ: مجالسِ علمی مراد ہیں۔

إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا،قالوا: وما ریاض الجنة؟ قال: مجالس العلم!

أی علـم طريق الآخرة وهوالعلم بالله وبايٰاته ومصنوعاته، ذكره الغزالي،وقال غيره أراد العلـوم الثلاثة: التفسير والحديث والفقة. [طب عن ابن عباس] التيسيربشرح الجامع الصغير :۱/۱۳۰] فرمایا: جب جنت کے باغات سے گزرو،خوب چرو،صحابہ کرام نے پوچھا: جنت کے باغات کون سے ہیں؟ فرمایا: علمی مجالس! یعنی آخرت کے راستے والا علم،یعنی اللہ تعالی اوراُس کے احکام اورکاری گریوں کے علم والی مجالس مراد ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ نے ذکر فرمایا،اوربعض نے فرمایا: تین علوم تفسیر، حدیث،اورفقہ کی مجالس مراد ہیں۔

۲۔دوسری صورت یہ ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ ایک صاحب اول ذکرُ اللہ کی ترغیب دیتے ہیں، پھرمخصوص کیفیت اورالفاظ سے اجتماعی صورت میں بیک زبان ذکراللہ کے کلمات بولے جاتے ہیں، خیال یہ ہے کہ یہ حضرات اِس کیفیت کوبھی حدیث میں مذکوراجتماعی صورت کا مصداق سمجھتے ہیں،لیکن ہمارے خیال میں یہ دوسری صورت ہرگز حدیث میں مذکوراجتماعی ذکر کا مصداق نہیں بن سکتی،کیوں کہ حدیثِ قدسی میں یوں آیا کہ ایک بندہ بندوں کی جماعت میں اللہ کا ذکرکرتا ہے،جب کہ یہاں ایک بندہ ذکرنہیں کرتا،سب مِل کرذکرکرتے ہیں،توذکرکرنے والا ایک ہواورباقی سننے والے ہوں حدیثِ قدسی کا مصداق یہی صورت بنے گی،نہ کہ سب کا بیک زبان ذکراس کی صورت بنے گا۔

شاید کسی صاحب کوتسلی نہ ہوئی ہو،توایسے سے عرض ہے کہ ذراخوب سوچ کربتائیں کہ جب بندہ بندوں کے سامنے اللہ کا ذکرکرتا ہے تواُس سے خوش ہوکراللہ تعالی اُس بندہ کا ذکرفرشتوں کی جماعت کے سامنے کرتے ہیں،توکیافرشتوں کے سامنے اللہ تعالی بندہ کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ مثلاً: زید شخص مجمع کے سامنے اللہ کا ذکرکرتا ہے تواللہ فرشتوں کوحکم دیتے ہیں کہ میں بھی بندہ کا ذکرکرتا ہوں تم بھی بندہ کا ذکرکرو،اس طرح کہ میں بھی اورتُم سب بھی کہو''زید،زید،زید،زید،زید،زید،زید،زید،زید''اللہ تعالی اورفرشتے بیک زبان جھوم جھوم کراورسرہلاہلاکر بندے کایوں ذکرکرتے ہیں؟ اگرنہیں توپھر بندہ کا بندوں کے سامنے اِس صورت کا ذکرُ اللہ کیسے مراد ہے؟ اوراگرہاں! توپھرسوچیے! فرشتے بھی ہنستے ہوں گے کہ اللہ تعالی کوکیا ہوگیا کہ بندہ کا ہمارے سامنے یوں ذکرکرنے لگے ہیں،اورجب اللہ تعالی بندہ کا یوں ذکرنہیں کرتے،توبندے بندوں سے اللہ تعالی کا یوں ذکرکیسے کرواتے ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالسِ ذکرکیسی تھیں؟ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں موجودایک حلقہ کے پاس تشریف لائے،اورپوچھاتمہیں کونسی چیزنے بٹھایا ہواہے؟ اُن حضرات نے عرض کیاہم بیٹھے ہیں اللہ تعالی

کاذکرکررہے ہیں،فرمایا کیااللہ کی قسم تمہیں اِسی چیز نے بٹھایا ہوا ہے؟عرض کیااللہ کی قسم ہمیں اِسی چیز نے بٹھایاہے،فرمایامیں نے تم پرکوئی بدگمانی کرتے ہوئے تمہیں قسم نہیں دی ۔۔۔۔بلکہ بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کے ایک حلقے کے پاس تشریف لائے تھے،اور پوچھا تھا کہ تمہیں کونسی چیز نے بٹھایاہے؟ اُنہوں نے عرض کیاہم بیٹھے ہیں اللہ کاذکرکررہے ہیں اوراللہ نے جواسلام کی ہمیں ہدایت دی اوراسلام کے ذریعے احسان کیااُس پرہم اللہ تعالی کی حمدکررہے ہیں،فرمایا کیاواقعی اللہ کی قسم تمہیں اِسی چیز نے بٹھایاہے؟ عرض کیااللہ کی قسم ہمیں اسی چیز نے بٹھایاہے،فرمایامیں نے کوئی بدگمانی کرتے ہوئے تمہیں قسم نہیں دی بلکہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضرہوئے ،اوربتایاکہ اللہ تعالی تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخرکررہے ہیں۔(مسلم)

یہ حدیث مجلسِ ذکرکی پہلی صورت کومتعین کرتی ہے کہ صحابہ کرام کی مجالسِ ذکرایسی ہوتی تھیں،کہ اللہ تعالی کے احسانات اورنعمتوں کاتذکرہ ہوتاتھا،اوردورانِ مجلس کوئی آجاتاتووہ اُن سے کچھ پوچھ بھی سکتاتھا،اوروہ بتاتے بھی تھے،جب کہ مجالسِ ذکرکی دوسری صورت میں یہ چیزیں نہیں ہیں،کیاکوئی شخص دورانِ مجلس کسی شریک سے بات کرسکتاہے؟ہرگزنہیں،وہ توجناب کے ذکرمیں خلل ڈالنے والاگستاخ ٹھہرتا ہے،صحابہ کرام کے ہاں ایسے تکلفات نہیں تھے،جب کہ اِن مجالس میں تکلفات اورتصنعات ہیں،اگرہماری بات پریقین نہیں آرہاتولیجیے!حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكذا في الأحوال الباطنية فإنهم ماكانوا يرقصون ولايصيحون ولايطيحون ولايطرقون .....ولايتحلقون للأذكار والصلوات برفع الصوت في المساجدولافي بيوتهم.[مرقات :۳۹۸/۱طبع کوئٹہ] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باطنی حالات میں بھی تکلفات نہ کرتے تھے،نہ تووہ (مصنوعی وجدمیں آکر)رقص کرتے تھے،نہ چلاتے تھے،نہ سرگرداں پھرتے،نہ خاموش رہتے تھے،نہ مساجدیاگھروں میں بہ آوازبلندذکرکرنے اوردرودشریف پڑھنے کے لیے حلقے لگاتے تھے۔

بلکہ صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے فقیہ صحابی سے منقول ہے کہ وہ ایسے خاص کیفیت کے اجتماعی ذکرکی مجالس کوبدعت اورگمراہی فرماتے ہیں:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے مسجد میں بعض لوگوں کوبیٹھے دیکھااوربڑے پریشان ہوئے،گھبراگئے،اُن لوگوں میں سے ایک کہتا:اتنی تعدادمیں **سُبْحَانَ اللّٰہِ** پڑھو،اتنی تعدادمیں **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ** پڑھو،وہ لوگ اُس کی تلقین پرذکرکرتے ،توحضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ کوبتایا،توحضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ اپنے ٹھکانے سے مسجدکی طرف نکل کراِن لوگوں کے پاس تشریف

لائے، اور فرمایا:

مَااَسْرَعَ مَاضَلَلْتُمْ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحْيَاءٌ وَاَزْوَاجُهٗ شَوَابٌّ وَثِيَابُهٗ وَآنِيَتُهٗ لَمْ تُغَيَّرْ (وفی روایۃ) لَقَدْجِئْتُمْ بِدْعَةً ظَلْمَاءَ ،وَاِلَّا فَضَلَلْنَااَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ (وفی روایۃ) وَيْحَكُمْ يَااُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَااَسْرَعَ هُلْكَتُكُمْ هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهٖ ثِيَابُهٗ لَمْ تُبْلَ وَاٰنِيَتُهٗ لَمْ تُكْسَرْ،وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِىَ اَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ؟ اَوْمُفْتَتِحُوْابَابِ ضَلَالَةٍ. [**مجمع الزوائد:۱/۴۳۴،۴۳۵، المعجم الکبیر :۹/۱۲۷رقم:۸۶۳۶، سنن الدارمی :۱/۷۹**] کتنا جلدی تم گمراہ ہوگئے ہوحالاں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ حیات ہیں، اور حضور ﷺ کی بیویاں جوان ہیں، اور آپ ﷺ کے کپڑے اور برتن تبدیل نہیں ہوئے، تم تاریک بدعت لائے ہو، ورنہ ہم صحابہ گمراہ ہوگئے ہیں، افسوس تم پر اے حضور ﷺ کی امت! کتنا جلدی ہلاک ہوگئے ہو، یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ کافی تعداد میں موجود ہیں، اور یہ آپ ﷺ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے، اور برتن نہیں ٹوٹے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کیا تم جس طریقے پر ہو وہ زیادہ ہدایت کا ہے نبی کریم ﷺ کے طریقے سے؟ یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟

امام ابن الوضاح قرطبی (م۲۸۶ھ) نے بھی ایسا واقعہ امام اعمش سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں حلقہ لگائے ہوئے تھا، ہم مجلسوں کو کہتا کہ: دس بار کہو **سُبْحَانَ اللہ!** ، دس بار کہو **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ!** تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن کو ڈانٹا اور فرمایا کیا تم لوگ صحابہ سے زیادہ ہدایت پر ہو یا گمراہی پر ہو؟ بلکہ تمہارا یہ کام گمراہی ہے۔[**البدع والنھی عنھا** رقم:۱۸، صفحہ:۳۹]

دیکھیں یہ فقیہ صحابی ہیں، جن کی اکثر آراء پر فقہ حنفی کا مدار ہے، یہ ایسے اجتماعی ذکر کو بدعت اور گمراہی فرماتے ہیں، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماعی ذکر اِس انداز کا ہوتا جس انداز کا آپ ذکر کرتے ہیں تو وہ حضرات اِس کو بدعت اور گمراہی کیسے کہتے؟ اس لئے اسلاف ایسے اجتماعی ذکر کو بدعت کہتے ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الحاج مالکی (م۷۳۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ألاتری أنه لم یختلف قول مالک رحمه الله فی القراء ة جماعة والذکر جماعة أنّھا من البدع المکروھة علی مانقله عنه ابن رشد رحمه الله فی البیان والتحصیل

[**المدخل لابن الحاج** :۱/۹۷] کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کا اس بارے میں ایک ہی قول ہے کہ اجتماعی ختمِ قرآن اور اجتماعی ذکر مکروہ بدعات میں سے ہے، جیسا کہ ابن رشد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب **البیان والتحصیل** میں نقل کیا ہے۔

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

''اجتماعی ذکر جس سے مراد یہ ہے کہ ذکر کرنے والے اکٹھے ایک آواز میں ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہوئے ذکر کے کلمات بولیں، امام شاطبی رحمہ اللہ التزام کرنے کی صورت میں اِس کو بدعتِ اضافیہ کہتے ہیں جس سے پرہیز کیا جائے، فرماتے ہیں جب شریعت نے ذکر اللہ کو مستحب بنایا ہے، تو اگر کچھ لوگ اِس کو ایک زبان اور ایک آواز کے ساتھ اکٹھا ہو کر کرنے کا التزام کریں تو شرعی مستحب میں التزام کی ہوئی اس تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کیوں کہ جو کام لازم نہ ہوں اُن کے التزام کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بھی شرعی حکم ہے (اس لیے ایسا درست نہیں ہوگا) خصوصاً مقتدیٰ شخص جو لوگوں کے مجمع میں مساجد وغیرہ میں ایسا کرے، تو جب اِس قسم کام کو ظاہر کر کے مساجد میں اس طرح مقرر کیا جائے جیسے اذان، نمازِ عیدین، اور نماز کسوف (وغیرہ) تو بلاشک عوام اگر فرض نہ بھی سمجھیں تو یہ تو سمجھیں گے کہ یہ سنت ہے، تو ذکر کی جو نصوص دلیل ہیں وہ اِس کی دلیل نہیں ہوں گی، اور اس لحاظ سے یہ نئی نکالی ہوئی بدعت ہوگی۔

ابن الحاج کی ''مدخل'' میں بھی ایسے ہی ہے:

الذکرالجماعی وھومانیطق به الذاکرون المجتمعون بصوت واحدیوافق بعضھم بعضاً،وقد جعله الشاطبی اذا التزم بدعة اضافیة تُجتنب ،قال اذاندب الشرع الی ذکرالله فالتزم قوم الاجتماعَ علیه علی لسان واحدوصوت واحدلم یکن فی ندب الشرع مایدل علی ھذاالتخصیص المتزم ،لان التزام الاموغیراللازمة یفھم علی انه تشریع،وخصوصاًمع من یقتدی به فی مجامع الناس کالمساجد،فاذااظھرت ھذاالاظھاروو ضعت فی المساجد کسائرالشعائرکالاذان وصلاة العیدین والکسوف فُھِم منھابلاشك انھاسنّة اِن لم تفھم منھاالفرضیة ،فلم یتناولھاالدلیل المستدل به، فصارت من ھٰذه الجھة بدعامحدثة ،ونحوه لابن الحاج فی المدخل.'' [الموسوعة الفقھیة الکویتیة: ۲۱/۲۵۳]

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ (م ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''اماکونه جماعیابحیث یتحری کل واحدنطق الآخرمن اوله الی آخره وتقلیده فی ذالک فھٰذالااصل له بل ھو بدعة،وانماالمشروع ان یذکرواالله جمیعاً بغیرقصدلتلاقی الاصوات بدأً ونھایةً.'' [تحفة الاخوان بأجوبة مھمة تتعلق بأرکان الإسلام: ۱۳۴،مجموعة فتاوی ابن باز: ۱۱/۱۹۱] (ترجمہ) لیکن اس طرح کا اجتماعی ذکر کہ ہر ایک آدمی از اول تا آخر دوسرے کے بولنے کا خیال رکھتا ہے اور اِس میں اُس کی تقلید کرتا ہے، اِس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت ہے، شریعت سے تو بس یہ ثابت ہے کہ بہت سے لوگ اکٹھے ذکر کریں مگر از اول تا آخر آوازیں ملانے کا ارادہ بھی نہ ہو۔

وماعلینا إلاالبلاغ ...... ۳/شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ

مولانا مفتی عبیدالرحمٰن، مردان

سماج میں تصویر کا فروغ اور اسلامی تعلیمات

نبوت ورسالت کے مبارک دور سے جوں ہی زمانہ دور ہوتا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں بھی وقوع پذیر ہوتی ہیں، ان میں سے ایک بڑی تبدیلی یہ پیدا ہوتی ہے کہ خیر وشر، حق وباطل اور اچھائی برائی کے پیمانے بدل جاتے ہیں، بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی ثواب والے عمل کو موجبِ عار اور گناہ والے اعمال کو سببِ عزت وثواب گردانا جاتا ہے، کچھ ایسے ہی گھمبیر مسائل میں سے ایک مسئلہ ''تصویر'' کا بھی ہے، انسانیت کی لمبی تاریخ بتاتی ہے کہ تصویر سازی کا مشغلہ کئی ساری خرابیوں کا ذریعہ بن سکتا ہے، اِس لیے شریعت اسلام نے اپنے دورِ آغاز سے ہی اس کی بھرپور مذمت کی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی خوب خوب نفرت بٹھانے کا پورا اہتمام کیا، اس کے لیے چند ایک احادیث پیش خدمت ہیں:

حدیث رقم ا:......سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كل مصور فى النار. [مسلم:۲۱۱۰] **(ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ کی خدمت میں تصویر کا مسئلہ پوچھنے آیا تھا جس کے جواب میں آپ نے کہا کہ:) میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تصویر بنانے والا ہر شخص جہنم میں ہوگا۔**

حدیث رقم ۲:......إن أصحاب هذه الصور يعذبون، ويقال لهم: أحيوا ما خلقتم. ثم قال: إن البيت الذى فيه الصور لا تدخله الملائكة. [مسلم:۲۱۱۷] **ان تصویر والوں کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو تم نے (تصویر بنا کر) پیدا کیا تھا اس کو اَب زندہ کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔**

حدیث رقم ۳:......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. [شرح معانی الآثار:٦٩٣٧] **حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کا ہوگا۔**

ان جیسی دسیوں احادیث کی وجہ سے امت مسلمہ نے فی الجملہ تصویر بنانے کو حرام قرار دیا، ائمہ مجتہدین کے درمیان چند ایک استثنائی صورتوں کے علاوہ اس بات پر اتفاق ہے کہ تصویر سازی شرعاً حرام اور ناجائز ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی بعض روایات میں غیر جاندار اشیاء کی صورت سازی کی گنجائش موجود ہے، اس لیے اس کو حرمت کی فہرست سے نکال دیا گیا، اسی طرح ڈیجیٹل تصویر کے تصویر محرم ہونے میں بھی اہل علم حضرات کی آراء میں اختلاف ہے، لیکن ہمارے علم کے مطابق فقہاء حنفیہ بالخصوص

برصغیر کے علماء کرام میں سے کسی مستند اہل علم نے پرنٹ تصویر کی حرمت میں اختلاف نہیں کیا اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور میں اسی تصویر کا ہر سو طوفان ہے، پرنٹ تصویر سے مراد یہ ہے کہ کسی کاغذ، بورڈ اور پینا فلیکس وغیرہ پر جاندار اشیاء کی تصویر بنائی جائے، محرمات اور کبائر کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھنے والے اہل علم حضرات نے اس کو ہمیشہ محرمات کی فہرست میں شمار فرمایا ہے چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کی ''الزواجر'' علامہ برکوی رحمہ اللہ کی ''الطريقة المحمدية'' اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب ''الکبائر'' کے اندر اس کو محرمات اور معاصی میں سے شمار کیا گیا اور اسی کو جمہور صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک قرار دیا گیا۔[دیکھیے: الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والستون بعد المأتين:۴۸/۲......الطريقة المحمدية، افات اليد:۴۵۷...... الكبائر، الكبيرة الثامنة والأربعون:۱۸۱]

ایک طرف تو یہ واضح تعلیمات ہیں اور دوسری طرف امت مرحومہ کا موجودہ طرزِ عمل ہے جو یوں لگ رہا ہے کہ اپنی دینی تعلیمات سے بالکل مخالف سمت میں جا رہا ہے، گزشتہ چند سالوں سے تو معاشرے میں تصویر کی اِس قدر بھرمار جاری ہے کہ جس نے دنیا کے گوشہ گوشہ کو اپنے وجود سے بھر دیا اور نوبت بایں جا رسید کہ خالص مذہبی ادارے بھی اس کی نحوست سے محفوظ نہیں رہ سکے، پچاس پیسے کی ٹافی سے لے کر اشیاء ضرورت کی بڑی سے بڑی ہر چیز پر تصویر موجود ہوتی ہے، اشتہارات کا یہ ایک ایسا جز لاینفک بن چکا ہے کہ اب اس کے بغیر کسی اشتہار کا وجود بھی ایک اچنبھا سا سمجھا جانے لگا، چھوٹی بڑی کسی بھی چیز کی طرف لوگوں کو راغب کرنے یا اس سے ورغلانے کے لیے تصاویر پروگرام ہی واحد سستا اور مؤثر ذریعہ خیال کیا جانے لگا۔

زندگی کے چھوٹے بڑے تمام تر معاملات میں اس حد تک رواج پا لینے کے بعد نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اب ایک مسلمان معاشرے کے صالح اور دین دار کہلانے والے آدمی کے لیے بھی اس کو ''منکر'' ''معصیت'' اور ''حرام'' یقین کرنا مشکل لگتا ہے، سب سے زیادہ افسوس دینی جماعتوں اور مذہبی شخصیات کے طرزِ عمل سے ہوتا ہے، ان حضرات کا فرض منصبی تو یہ تھا کہ معاشرے میں اس جیسے منکر کے فروغ پا لینے کے بعد اپنے قول وعمل سے اس کی بھرپور تردید کرتے اور لوگوں کے سامنے اپنے کردار و گفتار کے ذریعے یہ بات اچھی طرح واضح کرتے کہ دنیا کا کوئی بھی جائز کام تصویر بنانے لگانے پر موقوف نہیں ہے، ورنہ مکمل دین پر چلنے کا دعویٰ ہی بے جا ہے، لیکن افسوس کہ ہماری اکثریت نے اپنے اس دینی فریضہ کی تکمیل سے غفلت برتی، اور ماضی کی طرح طوفان کا رخ موڑنے کی بجائے خود اس کے اثراتِ بد سے بری طرح متاثر ہوئے جس کا ایک نقد نتیجہ یہ نکلا کہ اب اگر عام مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ نہیں تو کم از کم برابر یہ لعنت دین اور اہل دین کے قلعوں میں کچھ یوں بری طرح سرایت کر گئی کہ جس کا اَب کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔

جن لوگوں کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو اُن سے تو اس کا شکوہ کرنا شاید ضیاعِ وقت ہی ہے،

افسوس اور حیرت تو ان ہستیوں پر ہے جن کی اصل ذمہ داری ہی یہ مقرر کی گئی تھی کہ لوگوں کو حکمت، استقامت اور دور اندیشی کے ساتھ گناہوں کے دلدل سے نکالیں اور اسی ذمہ داری کو نبھانے کی وجہ سے ان کو دنیا وآخرت میں بڑے بڑے درجات ملنے کا وعدہ کیا گیا تھا، دینی احکام کی حفاظت کے لیے ان کو گویا چوکیدار مقرر کیا گیا تھا، آج ان کا یہ حال ہے کہ وہ امت کو تو کیا روکتے، خود ان سے کچھ زیادہ ہی جوش وخروش کے ساتھ اس میں مصروف نظر آتے ہیں۔ چوں کفر از کعبہ خیزد کجا ماند مسلمانی

پھر یہ بھی ہے کہ عام آدمی کی غلطی تو خود اس تک محدود رہتی ہے، دنیا ہو یا آخرت، بہرحال وہ اپنے اعمال بد کی سزا خود ہی بھگتتا ہے، لیکن اہل علم تو چونکہ امت مسلمہ کے حقیقی قائد اور حضور نبی اکرم ﷺ کے سچے جانشین ہیں، اِس لیے ان کی غلطی کا اثر خود ان تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ان کے حالات دیکھ سن کر سینکڑوں ہزاروں لوگ نہ صرف یہ اس عمل بد کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں بلکہ اس کو حق وحلال بھی سمجھتے ہیں، کسی نے کیا ہی سچ کہا: ''زِلّة العالِم زلّة العالَم'' عالم کی لغزش جہان کی لغزش ہے۔

کسی چیز کے بھلے برے کو سمجھنے اور اس کے فوائد ونقصانات کو پرکھنے کا آسان معیار اس کا طریقہ کار اور اس کے مقاصد واہداف ہیں، جس چیز کا طریقہ کار اور مقصد جتنا اہم ہوتا ہے اسی قدر اس کام کی بھی اہمیت ہوتی ہے اور جہاں کسی چیز کے مقاصد یا اس کا طریقہ کار غلط اور خطرناک ہو وہاں اس سے بچنا بھی ضروری ہوتا ہے، تصویر لگانے کا طریقہ تو ظاہر ہے کہ حرام اور گناہ ہے جیسا کہ تحریر کے شروع میں گزر چکا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مشاہدہ یہ ہے کہ جن مقاصد کی برآوری کے لیے تصویر سازی عمل میں آتی ہے ان میں بھی بیشتر ایسے مقاصد ہیں جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، مثلاً ہمارے ہاں سیاسی، تجارتی اور سماجی سطح پر اشتہارات وغیرہ میں جو تصویر سازی کا سیلاب جاری ہے اس کے پس پشت عام طور پر یہ اہداف ہوتے ہیں:

کسی کو اپنی موجودگی یا اس کے ساتھ تائید واتفاق کا بے جا یقین دلانا، لوگوں میں بے جا شہرت حاصل کرنا، ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے تشہیر کرنا، اپنی بات، منصوبہ یا کسی بھی چیز کو بے بنیاد یا واقعی حدود سے زیادہ فروغ دینا، اس کے لیے لوگوں کو راغب کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ مقاصد ہیں جن کے لیے شریعت کے احکام کی قربانی گوارا کر دی جاتی ہے، حالانکہ اول تو ان جیسے مقاصد حاصل کرنے کے درپے ہونا ہی غلط ہے اور جہاں سچ مچ کسی جائز مقصد کو حاصل کرنے کی ضرورت ہو بھی، تو اس کے لیے بھی اسلام نے کچھ حدود وقیود کے ساتھ کئی راستے کھول رکھے ہے جن کو اختیار کر کے بہتر انداز میں ان مقاصد کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

تصویر کے موضوع پر بات کرتے ہوئے ہر گوشہ سے بڑے زور وشور اور پوری توانائی کے ساتھ یہ

آواز اٹھائی جاتی ہے کہ آج کے اس دور میں تصویر ضرورت بن چکی ہے، اس کے بغیر کام چلانا مشکل ہے، لیکن یہ لوگ ایسی بات کہتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ دین اسلام ایک آفاقی اور قیامت تک کے لیے مکمل جامع ضابطہ حیات ہے جس چیز کو اس میں حرام اور ممنوع قرار دیا ہے وہ کسی اسلامی معاشرے میں اتنی بڑی اور بنیادی حیثیت کہاں اختیار کرسکتی ہے جس کے بغیر زندگی گزارنا ہی دشوار بن جائے! اس سے تو اسلام کے آفاقیت اور جامعیت پر حرف آسکتا ہے کہ اسلام نے تو اس کو قطعی طور پر ممنوع کردیا لیکن اب اس کے بغیر ضرورت ہی پوری نہیں ہو پاتی۔

پھر یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ جس چیز کو ہم ضرورت کہے اس کی وجہ سے شرعی احکام میں فرق آئے بلکہ شریعت ''حالتِ اضطرار'' کو ضرورت قرار دیتی ہے اور فقہاء کرام نے قرآن وسنت کے مختلف نصوص کی روشنی میں اس کا یہ معیار مقرر فرمایا ہیں کہ کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے کہ جہاں اگر ناجائز یا حرام معاملہ کا ارتکاب نہ کیا جائے تو آدمی مرجائے یا اس کے اعضاء وجوارح تلف ہوجائیں، اگر کہیں ایسی غیر معمولی صورت حال پیش آئے تو اس کو ضرورت اور اضطرار قرار دیا جائے گا اور اسکے بعد بقدر ضرورت اس منکر کے ارتکاب کرنے کی اجازت ہوگی۔

اس معیار کے واضح ہوجانے کے بعد اگر تصویر کے اہداف ومقاصد پر غور کرلیا جائے تو اس نتیجہ نکالنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ جن اہداف کے لیے آج تصویر سازی کا بازار گرم ہے وہ ہرگز شرعی ضرورت واضطرار کے درجہ کی چیز نہیں ہے، اگر کہیں کوئی واقعی ضرورت ہو بھی تو اس کے حل کرنے کے لیے تصویر سازی ہی کوئی واحد سفینہ نجات نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی متبادل طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں، اس لیے محض اتنی بات کو عذر قرار دے کر تصویر کو جائز خیال کرنا قطعاً غلط اور نہایت خطرناک بات ہے۔

ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند میں مذہب کے لحاظ سے مسلمانوں کے جتنے مکاتب فکر موجود ہیں، تقریباً اُن سب کے نزدیک ایسی تصاویر حرام اور ناجائز ہیں اور ہر مکتبہ فکر کے ذمہ داران اہل علم اس کو ناجائز ہی سمجھتے اور کہتے چلے آئے ہیں، یہاں ایک بڑا مکتبہ فکر دیوبند کا ہے اور اس فکر سے وابستہ تقریباً تمام اہل علم نے اپنے اپنے فتاویٰ میں تصویر کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اسی جماعت کے ایک معتمد عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ہیں جنہوں نے اس قسم کی تصاویر کو برملا حرام کہا اور اس پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی جو اردو میں ''تصویر کے شرعی احکام'' کے نام سے چھپی ہے، اس کتاب میں انہوں نے تصویر کے متعلق یہی موقف اپنایا کہ اس قسم کی تمام تصاویر حرام اور ناجائز ہیں۔

دوسری بڑا طبقہ بریلوی مکتبہ فکر ہے جس کے بانی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ہے تصویر کے متعلق اُن کا موقف بھی یہی ہے کہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، بعض تو ہم پرست قسم کے لوگ تصویر

رکھنے کے لیے جو کچھ اعذار تلاش کرتے ہیں، آپ نے ان سب کی پورزور تردید فرمائی اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ''عطایا القدیر فی حکم التصویر'' کے نام سے لکھا، ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہوسکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچ سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال ونکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائیگی اور تصویر ذی روح کی تعظیم بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامیہ سے صریح مخالفت ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ:۲۴/۵۷۰]

ہندوپاک میں ایک طبقہ جماعت اسلامی کا بھی ہے، اس فکر کا بنیادی محرک جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب تھے، انہوں نے بھی تصویر کے مسئلہ میں جمہور امت کے مطابق موقف اپنایا تھا اور روایتی غیرت وحمیت کے ساتھ اس کی تردید کرتے تھے، اور اپنے متعلقین کو تصویر سازی سے روکا کرتے تھے، آپ کی کتاب ''رسائل ومسائل'' میں اس کی کچھ تفصیلات موجود ہیں۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ علمی سطح پر تصویر کا حرام ہونا مسلم ہے۔ اَب اگر کوئی کوتاہی ہے تو عملی ہے، جس کا بڑا منشا سستی وغفلت اور شریعت کے احکام کی اہمیت کی قلت ہے، اس لیے ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اپنی استطاعت کے بقدر اِن جیسے منکرات کو ختم کرنے میں اپنا کردار کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہم کو اپنے دین کی صحیح سمجھ اور پھر اس پر عمل واستقامت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

بندہ عبیدالرحمٰن......۱۴/رجب ۱۴۴۰ھ

مولانا مجیب الرحمٰن مدظلہم، ڈیرہ اسماعیل خان قسط:۳

مروان بن حکم اور اُس کے کارنامے

ہاں! اب یہ بات ضرور سوچنے سمجھنے کی ہے کہ کیا مروان کو صحابی سمجھنے اور حضور ﷺ کی زیارت (رویت) حاصل ہونے کو تسلیم کرنے والے زیادہ ہیں یا وہ جو اِس کے منکر ہیں؟

مروان کو نہ حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی نہ صحابی ہے:

اسلاف اور اخلاف اِس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو کچھ مطالعہ میں آیا پیش خدمت ہے:

(۱/۲)......امام ترمذی اور امام بخاری رحمہما اللہ:

امام ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم ابن العراقی (متوفی ۸۲۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال الترمذی سألتُ محمدا یعنی البخاری قلتُ له مروان بن الحکم رای النبی ﷺ؟ قال: لا! [تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل: ۱/۲۸۷] امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ (م ۲۵۶ھ) سے پوچھا کہ مروان بن حکم نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا اُس کو زیارت حاصل نہیں ہوئی۔

ومروان لم یسمع من النبی ﷺ وهو من التابعین. [سنن الترمذی: ۳۰۳۳]

مروان نے حضور ﷺ سے کچھ نہیں سنا اور وہ تابعین میں سے ہے۔

ظاہر ہے کہ تابعی وہ ہوتا ہے جس نے صحابی کی زیارت کی ہو حضور ﷺ کی زیارت نہ کی ہو، ورنہ تو وہ صحابی بنتا ہے۔

وفی هذا الحدیث روایة رجل من الصحابة وهو سهل بن سعد عن رجل من التابعین وهو مروان بن الحکم، لم یسمع من النبی ﷺ وهو من التابعین (الدر المنثور: ۲/۶۴۰، سنن الترمذی ح: ۳۰۳۳،) امام ترمذی نے ایک روایت کے تحت فرمایا کہ اس حدیث میں صحابی سہل بن سعد تابعی یعنی مروان بن حکم سے روایت کر رہا ہے، مروان کا نبی کریم ﷺ سے سماع نہیں ہے، اور وہ تابعین میں سے ہے۔

یہ عبارت بھی صاف ہے کہ مروان صحابی نہیں ہے، تابعی ہے۔

(۳)......امام ابن حبان ابوحاتم رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ):

امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب میں ہے:

قال ابوحاتم رضی اللہ عنہ عائذباللہ ان نحتج بخبررواہ مروان ابن الحکم وذووہ فی شیء من کتبنا. [**صحیح ابن حبان تحت حدیث** :۱۱۱۲] امام ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی بُستی رحمہ اللہ مروان کی سند والی حدیث ذکر کرکے فرماتے ہیں ہم اِس بات سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں کہ ہم اپنی کسی کتاب میں ایسی روایت سے حجت پکڑیں جس کو مروان بن حکم اور اُس جیسے لوگ روایت کرتے ہوں۔

ہم اِس وقت مروان پر جرح وتعدیل کی بحث نہیں کررہے ہیں، اس لئے مروان کی روایت حجت ہے یا نہیں؟ اس سے قطع نظر کرکے امام ابن حبان کے ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے ورنہ وہ مروان کی روایت کو حجت بنانے سے پناہ نہ پکڑتے ، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تو سب اہل سنت کا نظریہ ہے کہ وہ عادل ہیں، تو عادل اور صحابی کی روایت کی حجیت سے پناہ کا کیا معنی؟ بہر حال ثابت ہوا کہ مروان اُن کے نزدیک صحابی نہیں ہے۔

(۴)......امام محمد بن احمد تمیمی افریقی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن احمد بن تمیم تمیمی افریقی (م ۳۳۳ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے "**طبقات علماء افریقیة**" اس میں عنوان دیتے ہیں: **تسمیة من دخل افریقیة من جلة التابعین** "بڑے تابعین کے نام جو افریقہ میں داخل ہوئے، اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں: **دخل افریقیة من جلة التابعین معبداخوعبداللہ بن العباس ...ومروان بن الحکم.** [**طبقات علماء افریقیة**:۱/۱۸] بڑے تابعین میں سے یہ تابعین افریقہ میں داخل ہوئے ،حضرت عبداللہ بن عباس کے بھائی معبد۔۔۔مروان بن حکم۔۔۔ معلوم ہوا کہ مروان صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے۔

(۵)......امام علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ:

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی (م ۳۸۵ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے:

"ذکر اسماء التابعین ومن بعدھم ممن صحت روایته عن الثقات عندالبخاری ومسلم"

یعنی اُن تابعین اور اُن کے بعد والے حضرات کے ناموں کا ذکر جن کی روایات ثقہ راویوں سے منقول ہوں تو امام بخاری اور مسلم کے نزدیک وہ روایات صحیح ہوتی ہیں، اُس کتاب میں باب مروان کے عنوان کے تحت سب سے پہلے مروان بن الحکم کا ذکر کیا ہے۔ (رقم ۱۰۸۵)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک مروان تابعی ہے، صحابی نہیں ہے۔

(۶)......امام طبرانی رحمہ اللہ:

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی (م ۳۶۰ھ) کی معاجم ثلاثہ حدیث کی مشہور کتابیں ہیں، امام

طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایات بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر عنوان دیا ہے: **''من روی عن معاویة من تابعی المدینة ،مروان بن الحکم عن معاویة''** یعنی اُن روایتوں کا ذکر جو مدینہ طیبہ کے تابعی حضرات نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں، اُن میں پہلے پہل انہوں نے مروان بن الحکم کی روایتیں ذکر کیں یعنی امام طبرانی کے نزدیک بھی مروان بن حکم تابعی ہے، یعنی صحابی نہیں ہے۔ [المعجم الکبیر:۱۹/۳۱۸، رقم:۷۲۳]

(۷)......امام ابن الاثیر رحمہ اللہ:

امام مبارک بن محمد بن محمد، ابن الاثیر رحمہ اللہ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ولد علی عهد رسول اللهﷺ قیل سنة اثنتین من الهجرة وقیل عام الخندق.... وقیل غیر ذالک ولم یر النبیﷺ. [جامع الاصول :۱۲/۸۴۷] مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا، ایک قول یہ ہے کہ سنہ ۲ھ میں ایک قول میں غزوہ خندق والے سال پیدا ہوا، اور قول بھی ہیں (لیکن) اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔

(۸)......امام نووی رحمہ اللہ:

امام یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ولد مروان علی عهد رسول اللهﷺ بمکة وقیل بالطائف سنة اثنتین من الهجرة وقال مالک ولد یوم احد وقیل یوم الخندق ولم یسمع النبیﷺ ولا راٰه. [تهذیب الاسماء واللغات :۲/۸۷] مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مکہ یا طائف میں سنہ ۲ھ کو پیدا ہوا، امام مالک فرماتے ہیں: جنگ احد والے دن اور ایک قول جنگ خندق والے دن پیدا ہوا، نہ اُس نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا ہے نہ آپ ﷺ کو دیکھا ہے۔

(۹)......علامہ سبط بن الجوزی:

علامہ یوسف، سبط بن الجوزی (م ۶۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیة بن عبدشمس ابوعبدالملک من الطبقة الاولیٰ من التابعین من اهل الدینة. [مراة الزمان فی تواریخ الاعیان :۸/۳۵۱] مروان بن الحکم مدینہ طیبہ کے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہے۔ یعنی صحابی نہیں ہے۔

(۱۰)......امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ (م ۷۴۱ھ):

علامہ محمد بن عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

وقال صاحب المشکاة فی ترجمته ولدمروان علی عهد رسول اللهﷺقیل سنة

اثنتین من الھجرۃ وقیل عام الخندق وقیل غیرذلک فلم یرالنبی ﷺ. [تحفۃ الأحوذی : ۲۵/۳] مشکوۃ شریف کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سنہ ۲ھ یا غزوہ خندق والے سال وغیرہ میں پیدا ہوا، اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔

یعنی صحابی نہیں ہے۔

(۱۱)......علامہ کرمانی محمد بن یوسف رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح بخاری (م۷۸۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومروان تابعی.[الکواکب الدراری فی شرح البخاری:۸۶/۱۷] مروان تابعی ہے۔

یعنی صحابی نہیں ہے۔

(۱۲)......علامہ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی بغدادی رحمہ اللہ:

علامہ زین الدین عبدالرحمٰن ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (م۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

ولایحتج بروایتہ. [فتح الباری شرح صحیح بخاری، لابن رجب :۲۵/۷،باب القرأۃ فی المغرب] مروان بن حکم کی روایت سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔

معلوم ہوا کہ ابن رجب رحمہ اللہ کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے، ورنہ صحابی کی روایت کے حجت ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟

(۱۳)......علامہ **ابن الملقن** رحمہ اللہ:

علامہ عمر بن علی بن احمد،ابن الملقن شافعی رحمہ اللہ (م۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

وأمامروان فلم تصح لہ صحبۃ. [التوشیح لشرح الجامع الصحیح :۳۹/۱۲] مروان کی صحابیت صحیح ثابت نہیں ہے۔

(۱۴)......علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ:

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (م۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

لاتثبتُ لہ صحبۃ ،قال ابن حبان معاذاللہ ان یحتج بہ. [مغانی الاخبارفی شرح اسامی رجال معانی الآثار :۵۵۴/۳]ولـدبعدالھجرۃ بسنتین ولم یصح لہ سماع من النبی ﷺ ولاراٰہُ. [نخب الافکار :۲۵/۱۴]وامامروان فلم تصح لہ صحبۃ. [عمدۃ القاری :۳۷/۱۰]مروان تابعی. [عمدۃ:۱۸۶/۱۸] اِن سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مروان سنہ ۲ھ کے بعد پیدا ہوا، نہ نبی کریم ﷺ سے اُس کا سماع صحیح ثابت ہے نہ اُس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے، اُس کی صحابیت صحیح ثابت نہیں، تابعی ہے، ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ مروان کی روایت سے حجت لی جائے۔

(۱۵)......علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد کورانی حنفی رحمہ اللہ(م۸۹۳ھ)

علامہ احمد کورانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مروان ھوابن الحکم ولدفی زمن رسول اللہﷺ ولیس لہ صحبۃ. [الکوثرالجاری الی ریاض احادیث البخاری :۱۸۷/۵] مروان بن حکم رسول اللہﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا لیکن اُس کو صحابیت حاصل نہیں ہے۔

(۱۶)......علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمہ اللہ(م۹۱۱ھ)فرماتے ہیں:

مروان وھوتابعی .. کذاقال البخاری والترمذی فجزمابانّ مروان تابعی وقال البخاری لم یرالنبیﷺ....لانہ وان ولدفی عھدہ ﷺعام احداوالخندق فان اباہ نفاہ ﷺالی الطائف فلم یجیء منھا الافی خلافۃ عثمان فلم یحصل لمروان رویۃ. [التوشیح شرح الجامع الصحیح :۲۸۲/۶] ولد بعد الھجرۃ بسنتین اونحوھماولم یحصل لہ رویۃ. [حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصروالقاھرۃ :۲۳۴/۱] مروان تابعی ہے،امام بخاری وترمذی نے یقین سے بیان کیا کہ وہ تابعی ہے،کیوں کہ اگرچہ حضورﷺ کے دور میں پیدا ہوا جنگ احد یا جنگ خندق کے سال لیکن حضورﷺ نے اُن کے والد کو طائف کی طرف جلاوطن کیا اور وہ پھر وہاں سے خلافت عثمان میں ہی واپس آیا تو مروان کو زیارت حاصل نہیں ہوئی۔

(۱۷)......علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ:

علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ(م۹۲۶ھ)فرماتے ہیں:

(مروان بن الحکم)لم یصح لہ سماع من النبیﷺولاصحبۃ. [منحۃ القاری بشرح صحیح البخاری :۲۴۲/۶] مروان بن حکم کا نہ تو حضورﷺ سے سماع صحیح ثابت ہے،نہ اُس کی صحابیت ثابت ہے۔

(۱۸)......علامہ ملاعلی بن سلطان قاری رحمہ اللہ:

ملاعلی قاری حنفی رحمہ اللہ(م۱۰۱۴ھ)فرماتے ہیں:

ولدعلی عھدرسول اللہﷺ ولم یرالنبیﷺ.[مرقات:۲۶۴۱/۶] ولم یصح لہ سماع ولارویۃ. [شرح الشفاء :۴۲۸/۱] مروان حضورﷺ کے دور میں پیدا ہوا لیکن حضورﷺ کی زیارت نہیں کی ہے،نہ اُس کا حضورﷺ سے کچھ سننا صحیح ثابت ہے،نہ آپﷺ کی زیارت کرنا صحیح ثابت ہے۔

(۱۹)......علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ:

علامہ عبدالرؤف مناوی مصری رحمہ اللہ (م۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

ولد بمكة سنة اثنتين ولم ير النبی ﷺ. [**فیض القدیر تحت حدیث :۹۹۴۴**] **ولم یر المصطفیٰ.** [**التیسیر شرح الجامع الصغیر :۵۰۳/۲**] مروان مکہ مکرمہ میں سنہ۲ھ میں پیدا ہوا، اُس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی۔

(۲۰)......علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی (م۱۱۱۹ھ):

علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومروان متكلم فيه. [**البدر التمام شرح بلوغ المرام:۳۳/۲**] مروان بن حکم میں کلام کیا گیا ہے۔ جب علامہ المغربی مروان میں کلام مان رہے ہیں تو یہ صاف دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے۔

(۲۱)......علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

لایثبت له صحبة. [**شرح الزرقانی علی المؤطا :۱۸۶/۱**] مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے۔

(۲۲)......علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ (م۱۱۸۲ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

ومروان فيه كلام لايحسن معه حديثه. [**التنویر شرح الجامع الصغیر :۱۷۳/۱۱، تحت حدیث:۹۲۲۶**] مروان بن حکم میں کلام ہے جس کے ہوتے اُس کی حدیث حسن نہیں ہوسکتی۔

معلوم ہوا کہ علامہ صنعانی کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے، ورنہ وہ مروان کے حق میں ایسی بات نہ کہتے۔

(۲۳)......علامہ احمد بن عبدالرحمٰن ساعاتی رحمہ اللہ (م۱۳۷۸ھ):

علامہ احمد ساعاتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مروان هو ابن الحكم الاموی ....ولم تصح له صحبة. [**الفتح الربّانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی:۶۶/۱۰**] مروان بن حکم اموی کے لئے صحابیت صحیح ثابت نہیں۔

(۲۴)......مولانا محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارک پوری:

اہل حدیث عالم مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری (م۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

لایثبت له صحبة. [**تحفة الأحوذی:۲۵/۳**] مروان کے لیے صحابیت ثابت نہیں۔

(۲۵) مولانا شرف الحق عظیم آبادی:

اہل حدیث عالم مولانا محمد اشرف بن امیر شرف الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) فرماتے ہیں:

لایثبتُ له صحبة. [**عون المعبود**:۲۸۵/۱۱] مروان کے لیے صحابیت ثابت نہیں ہے۔

(۲۶)......مولانا عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری:

مولانا ابوالحسین عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری (م ۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قال ابن شاهين مات النبی ﷺ وهو ابن ثمان سنين فيكون مولده بعدالهجرة بسنتين ،يقال له روية والصحيح انه لايثبت له صحبة جزم به جماعة منهم البخاری ،قال ابن عبدالبرلم يرالنبی ﷺ. [مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح:۶۷/۵] امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت مروان کی عمر آٹھ سال تھی تو اس کی پیدائش ہجرت کے دو سال بعد ہوگی، کہا جاتا ہے کہ اُس کو رویت (حضور ﷺ کی زیارت) حاصل ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہے اِس کو بالیقین بیان کیا ایک جماعت نے جن میں سے امام بخاری ہیں، امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مروان نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی۔

(۲۷)......خود مروان بن حکم کا اعتراف:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقدثبت عنه انه قال لماطلب الخلافة فذكرواله ابن عمرفقال ليس ابن عمر افقه منی ولكنه اسنّ منی و كانت له صحبة ،فهذااعتراف منه بعدم الصحبة. [عمدة القاری:۱۸۶/۱۸] مروان سے یہ بات ثبوت کے ساتھ نقل ہے کہ جب اُس نے خلافت کا مطالبہ کیا لوگوں نے اُس کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا (کہ وہ تم سے زیادہ اس کے اہل ہیں) تو مروان نے کہا کہ ابن عمر مجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں ہاں مجھ سے زیادہ عمر والے ہیں اور اُس کو حضور ﷺ کی صحابیت حاصل ہے، مروان کا یہ قول اُس کی طرف سے اِس بات کا اقرار ہے کہ اُس کو نبی کریم ﷺ کی صحابیت حاصل نہیں ہے،

اتنی تعداد میں اسلاف اُس کی صحابیت کی نفی کر رہے ہیں اور اُس کو تابعی بتا رہے ہیں، تو وہ جماعت کثیر کون ہیں جو اُس کی صحابیت کے قائل ہیں؟ ذرا آپ ہی ہمت کر کے اس کو صحابی بتانے والے حضرات کی اتنی تعداد تو پوری کر لیں جتنی تعداد ہم نے صحابیت کی نفی کرنے والوں کی پیش کر دی ہے۔

(2)......حضرت حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی:

اس بارے میں بعض روایات سامنے آئی ہیں اُن کو پیش خدمت کر کے کچھ گذارشات عرض کی جاتی ہیں۔

(۱)......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لما قبض النبی ﷺ واستخلف ابوبکر قیل له فی الحکم بن ابی العاص ،فقال ماکنتُ لاحل عقدة عقدها رسول الله صلی الله علیه وسلم (المعجم الکبیر للطبرانی : ۲۱۴/۳،حدیث نمبر :۳۱۶۸،معرفة الصحابة لأبی نعیم ح :۱۹۰۵] جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے، اُن کو حکم بن ابی العاص کے متعلق کہا گیا (کہ اُس کو واپس آنے دیا جائے) تو فرمایا میں وہ گرہ نہیں کھولتا جو حضور ﷺ نے باندھی تھی۔

مطلب یہ کہ حضور ﷺ نے اُن کو جلاوطن کیا اب میں واپس نہیں بلاسکتا۔

اس روایت کے باقی سب راوی ثقہ ہیں، لیکن حماد بن عیسی عبسی مجہول ہے۔[مجمع الزوائد: ۹۲۴۵]

(۲)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال انما کان نفی النبی ﷺ الحکم بن ابی العاص من المدینة الی الطائف بینما النبی ﷺ فی حجرته فاذا هو انسان یطلع علیه ،فقال النبی ﷺ الوزغ الوزغ، فنظر فاذا هو الحکم ،فقال النبی ﷺ: اخرج لاتساکنّی بالمدینة مابقیتُ، فنفاه إلی الطائف.

[المعجم الکبیر :۱۴۸/۳ ح:۱۲۷۲۴] فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ طیبہ سے طائف کی طرف اس لیے جلاوطن کیا تھا کہ حضور ﷺ اپنے حجرہ میں تھے کہ اسی دوران ایک انسان آپ ﷺ پر جھانک رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: گرگٹ ہے گرگٹ ہے، دیکھا تو وہ حکم تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکل جا، جب تک میں زندہ ہوں میرے ساتھ مدینہ طیبہ میں تو نہیں رہے گا، تو اُس کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس روایت کے بھی باقی سب راوی ثقہ ہیں لیکن مدرک بن سلیمان (بن عقبہ بن شبیب) مجہول ہے۔[مجمع الزوائد: ح ۱۲۸۰۵]

(۳)......عائشہ بنت طلحہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ فی حجرته فسمع حسا فاستنکره فذهبوا فنظروا فاذا الحکم یطلع علی النبی ﷺ فلعنه ومافی صلبه ونفاه. [تاریخ ابن عساکر :۲۷/۵۷] رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے میں تھے کہ آپ ﷺ نے کھسکاہٹ محسوس کی اور اُس کو برا منایا، تو صحابہ نے جا کر دیکھا تو حکم نبی کریم ﷺ کو جھانک رہے تھے تو آپ نے اُس پر اور اُس کی اولاد پر لعنت کی اور اُس کو جلاوطن کر دیا۔

اس روایت کی سند کے راوی وہی ہیں جو نمبر۲/روایت کے راوی ہیں ان میں مدرک بن سلمان طائی مجہول ہے۔ اِن کے علاوہ کوئی باسند روایت بندہ کو نہیں ملی ہے، اور یہ روایتیں مجہول راویوں کے سبب قابل اعتماد و قابل اطمینان نہیں لگتیں، خصوصاً ایک صحابی سے متعلق ایسی (مجہول راویوں کی) روایتیں قبول

کرنے کو دل نہیں مانتا۔

ہاں ایک صورت میں اِن روایتوں کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حکم بن ابی العاص کا نفاق ثابت ہوجائے،اور وہ تو بغیر وحی الٰہی ثابت نہیں ہوسکتا،جب کہ اِس بارے میں نہ قرآن کی آیت کی صورت میں وحی جلی موجود ہے نہ حدیث نبوی کی صورت میں وحی خفی موجود ہے،اور جب وحی سے اُس کا نفاق ثابت نہیں تو لامحالہ وہ صحابی ہیں،تو صحابی رسول سے متعلق ایسی بات کیسے قبول کرلی جائے؟ بلکہ جو کردار اِن روایتوں میں حضرت حکم رضی اللہ عنہ کا بیان ہورہا ہے اُس کا ثبوت اگر صحیح روایت سے بھی کسی صحابی سے متعلق منقول ہوتو اگر تاویل ہوسکے گی تو ٹھیک ورنہ مردود ہی ہوگا،جن اہل علم نے حضرت حکم کی جلاوطنی کا ذکر کیا ہے یا تو اِن روایتوں پر اعتماد کرلیا جب کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہیں،یا ہر بعد والے نے پہلے والے پر اعتماد کرتے ہوئے خود تحقیق کیے بغیر نقل پر نقل چلادی،بہرحال جو بھی صورت ہوئی ہو اِس جلاوطنی کا مضبوط ثبوت نہیں ہے۔

لہٰذا اگر جلاوطنی صحیح ثابت نہ ہو تو جن حضرات نے کہا کہ مروان صحابی نہیں کیوں کہ اس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی کہ بچے تھے جب والد کے ساتھ طائف چلے گئے تھے،یوں بات درست نہیں رہے گی،بلکہ درست یوں ہوگا کہ حضرت حکم اور مروان دونوں مکہ مکرمہ میں رہتے تھے یا طائف میں،یا ابتداء مکہ مکرمہ میں تھے بعد میں کسی وجہ سے طائف چلے گئے،اور مروان اور حضرت حکم دونوں مدینہ طیبہ کے اصل رہائشی نہیں تھے،اور حضور ﷺ کی زندگی میں مروان کا مدینہ طیبہ حاضر ہونا ثابت نہیں ہے،نہ ہی فتح مکہ وغیرہ کے موقع میں زیارت ثابت ہے،اس لئے جب مروان کو حضور ﷺ کی زیارت ہونا ثابت نہیں تو مروان صحابی نہیں ہے۔

حضور ﷺ سے استہزاء کی روایت:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان الحكم بن ابی العاص یجلس عندالنبی ﷺ فاذا تكلم النبی ﷺ اختلج اوّلا فبصربه النبی ﷺ فقال انت كذاك، فمازال یختلج حتی مات. [المعجم الكبیر :۲۱۴/۳ حدیث ۳۱۶۷] حضرت حکم بن ابی العاص حضور ﷺ کے پاس بیٹھا کرتے تھے،جب نبی کریم ﷺ بولتے تو اول حرکت کرتے،(تو حضرت حکم بھی استہزاء کے لئے منہ سے حرکت کرتے) تو آپ ﷺ نے اُس کو دیکھ لیا تو فرمایا تو ایسے ہی ہوجائے،چنانچہ وہ وفات تک ایسے ہی حرکت کرتے رہتے تھے۔

اس روایت کی سند میں راوی ضرار بن صرد رافضی ہے،رافضی کی ایسی روایت صحابی کے متعلق قبول نہیں کی جاسکتی،بلکہ جب حکم صحابی ہے تو اگر صحیح سند سے بھی یہ روایت ثابت ہوتی تو بھی مردود ہوتی جب کہ اِس روایت کی اسی ایک سند کے سوا کوئی اور سند ہی نہیں ہے،لہٰذا ایسی روایتوں پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

(جاری ہے۔) ☆☆☆☆

ابن احمد قسط:۷

مفتی محمد زاہد صاحب فیصل آبادی......افکارونظریات

مشاجرات وعدالتِ صحابہ......اور......اکابر علماءِ دیوبند کی تصریحات

قائدِ اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ [خلیفہ: حضرت مدنیؒ]:

قائدِ اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ اِس قریبی دور میں اہل السنۃ و الجماعۃ کے ترجمان اور محافظ شمار کیے جاتے ہیں، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت رافضیت، خارجیت اور مودودیت کی بیخ کنی کی، خارجیت پر تفصیلی اور تاریخی کام کیا، ''کشفِ خارجیت'' اور ''خارجی فتنہ'' (دو جلد) کے نام سے دو مفصل کتابیں تالیف فرمائی، مگر دامنِ وسط و اعتدال ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ادھر جب مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بے جا الزامات اور افتراءات کا دروازہ کھولا تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے بھی مودودی صاحب کا بھی علمی محاسبہ اور معتدل تعاقب کیا، ''مودودی مذہب''، ''علمی محاسبہ'' اور ''دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ'' جیسی کتابیں لکھ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اہل السنۃ والجماعۃ کا صحیح اور معتدل نقطۂ نظر واضح کیا جو رافضیت، مودودیت اور خارجیت سے بالکل جدا ہے، مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باب میں آپ کے علمی و تحقیقی مضامین کا مجموعہ ''مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور راہِ اعتدال'' کے نام زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے، اس لیے اس بحث میں اگر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے افادات و افاضات شامل نہ کیے جائیں بات ادھوری رہے گی، ذیل چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذِ رشید اور خلیفہ ارشد حضرت قائد اہل السنۃ مولانا قاضی مظہر حسین قدس اللہ سرہ العزیز اپنی مایہ افتخار کتاب ''خارجی فتنہ'' میں ''**حدیث فئة باغية**'' اور اس کی شرح نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

> ''اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کا گروہ باغی تھا، لیکن آپ نے چونکہ اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ لڑی تھی، اس لیے صورتاً باغی ہوں گے، جس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں، بہرحال حدیث أولى الطائفتين بالحق ہو یا فئة باغية والی دونوں کی روشنی میں محدثین کے نزدیک حضرت علی

رضی اللہ عنہ مجتہدِ مصیب ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہدِ مخطی''۔(۱/۲۷۷، ط: جدید)

یہاں پر کوئی یہ کہہ سکتا کہ حضرت قاضی صاحب بھی ''باغی'' لکھ رہے ہیں اور مولانا مفتی محمد زاہد بھی باغی ہی کہتے ہیں، تو کیا فرق ہوا؟ ملحوظ رہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے موقفِ اہل السنۃ و الجماعۃ کے عین مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ عادل وخلیفہ برحق نیز اِن حروب ومشاجرات میں خطائے اجتہادی پر قرار دے کر ان اختلافات ومحاربات کو صواب وخطا کا اختلاف قرار دیتے ہیں نیز صورتاً باغی قرار دیتے اور اس کے معصیت اور گناہ نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں بلکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس اجتہاد پر ماجور قرار دیتے ہیں، تقریب الی الفہم کے لیے اگر حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی قدس سرہما کی عبارات مکرر دیکھ لی جائیں تو ان شاء اللہ مفید ہوں گی، جبکہ مولانا مفتی محمد زاہد صاحب حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو غیر اجتہادی غلطی پر قرار دے کر حقیقتاً بغاوت کا الزام دیتے ہیں جو کہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے اور موجبِ فسق ہے، بلکہ مولانا مفتی محمد زاہد صاحب کو مودودی صاحب کی طرح حضرت سیدنا معایہ رضی اللہ عنہ کے مکمل دورِ اقتدار پر اعتراض ہے اور انہیں اس دور میں بس معایب ونقائص ہی نظر آتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بھی ملحوظ رہے کہ گو حق کے مقابلہ میں باطل ہوتا ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے باطل کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا کیونکہ آپ کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو قول اجتہاد پر مبنی ہو اسے باطل نہیں قرار دیا جاسکتا۔'' [خارجی فتنہ: ۱/۳۱۷]

مولانا لعل شاہ بخاری کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں:

''جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو (خواہ جنگ وقتال کی صورت میں ہوا) اجتہادی خطا قرار دے دیا تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ صلح کے بعد ان کی عدالت برقرار رہی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے اور مجتہد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا، علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عناد ونفسانیت پر مبنی ہوتا تو آپ ثالثوں کی تحکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے، کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیے تو قرآن مجید میں صریح حکم مذکور ہے کہ: **فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ**. [ایضاً: ۱/۳۱۹،]

اس کے برعکس مولانا مفتی محمد زاہد صاحب اس جنگ کو غیر اجتہادی قرار دے کر بغاوت پر محمول کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں یہ نظریہ اختیار کرنا پڑا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف روایتِ حدیث میں عادل ہیں عام زندگی میں نہیں۔ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

کشفِ خارجیت میں حضرت قائد اہل السنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مضمون کی عبارت نقل فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں سے نہیں ہیں اس لیے وہ اس خلافتِ راشدہ موعودہ کا مصداق نہیں بن سکتے، البتہ امام حسن کی صلح کے بعد آپ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ میں خلیفۂ برحق ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا اختلاف اجتہادی ہے، جس کی نوبت قتال باہمی تک پہنچ گئی تھی اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد کی مخالفت انہوں نے از روئے اجتہاد نیک نیتی سے کی ہے اس لیے ان کی اس خطاء کو اجتہادی قرار دیا جائے گا لیکن بحیثیت جلیل القدر صحابی اور کاتبِ وحی ہونے کے ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں جیسا کہ روافض کرتے ہیں یا مودودی صاحب نے تنقید کے نام پر ان کو ہدفِ ملامت بنایا ہے۔'' [۸۲، طبع جدید]

اس الہامی عبارت میں بیک وقت رافضیت ومودودیت اور خارجیت وہاشمیت (پروفیسر طاہر ہاشمی) کا قلع قمع ہے۔ اور وہ لوگ جو حضرت قاضی صاحب کے بارے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں ان کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے۔ **موتوا بغیظکم!**

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے (برادرِ نسبتی [ناقل]) ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی ہے: اللهم اجعله هادياً وَ مهدياً (ترمذی شریف) اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے، اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اول تو آپ صحابی ہیں اور پھر آپ کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی جامع دعا فرمائی ہے، علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا آپ سے صلح کر لینا اور آپ کو اس وقت کی وسیع مملکتِ اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لینا اور پھر امام کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ۱۹/ یا ۲۰/ سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ قبول کر لینا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور خلافتِ حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے۔'' [کشف خارجیت: ۲۰۴، مودودی مذہب]

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جامعہ خیر المدارس ملتان کی اپنی رافضیت شکن و خارجیت کش تقریر کے اقتباسات نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جب تک صحابہ پر یقین اور اعتماد نہیں کرو گے سارے دین اور ساری شریعت پر اعتماد قائم نہیں ہوسکتا، جس کو صحابی مان لو اس پر تنقید نہ کرو، اس پر اعتراض نہ کرو، اس پر طعن وتشنیع نہ کرو، اس کے ایمان پر حملہ نہ کرو، اس لیے کہ وہ تو جنتی بن گئے، ہم تو والجماعۃ، ساری جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی کہتے ہیں، جنتی پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ برحق ہیں اور پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ برحق ہیں...... ہر صحابی کو جنتی مان لو، کسی کے متعلق کوئی دل میں غبار نہ رہے، میل

کچیل نہ رہے، سنی بن گئے، اور اگر تم دل میں کھوٹ رکھتے ہو خواہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہو، خواہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہو، خواہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہو، تم سنی نہیں ہو......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا، امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق خلیفہ برحق ہیں ان پر طعن و تشنیع کرنے والا جو ہے وہ عذاب کی گرفت میں ہے۔“ [کشفِ خارجیت: ۲۰۷]

مزید تفصیلی مباحث کے لیے حضرت قائد اہل السنۃ رحمہ اللہ کی محولہ بالا کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مسئلہ عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام کی حیثیت رکھتا ہے، ہم تک حضرت حق جل مجدہٗ کی طرف سے اسلام پہنچنے میں صرف دو انسانی واسطے ہیں: (۱) حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام (۲) حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ دینِ حق کو حضرت حق جل مجدہٗ سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے لیا اور بتوسط صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امت اور تمام انسانوں کو پہنچایا، اگر ابلاغ و روایتِ دینِ حق کی یہ دو کڑیاں مشکوک و مخدوش یا ناقابلِ اعتماد ہوں تو دین کی پوری عمارت دھڑام سے گر جائے گی، اس لیے بقاءِ دین کے لیے خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی عصمت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت ضروری ہے کہ یہی عقیدہ قطعیتِ دین کا سنگِ بنیاد ہے...... یہ مسئلہ روایۃً و درایۃً بالکل صاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عالم الغیب والشہادۃ کی شہادت یہ ہے جو کل ثقہ عالمی شہادتوں سے بڑھ کر ہے......تنہا اللہ کی رضا عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کافی ہے، **و رضوان من الله أكبر**، اللہ عادل سے راضی ہے غیر عادل سے راضی نہیں، جنت والفوز العظیم ثمرہ ہے عدل کا نہ کہ عدمِ عدل کا، درایت کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کے آبِ حیات کے سرچشمہ ہیں جو نلکوں کے ذریعے تمام امت کو پہنچا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم پہلا حصہ ہے، باقی امت پچھلا......لہٰذا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عدالت نہ ہو تو باقی امت میں عدالت کہاں سے آئے گی۔“ [عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ص ۱۱ تا ۱۳، از محقق اہل سنت مولانا مہر محمد میانوالوی]

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے زوردار انداز میں رقم فرمایا ہے:

”خاتم النبیین، رسول الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرن کو خیر القرون قرار دے کر ان کی افضلیت و برتری پر مہر تصدیق ثبت کر دی، ایسی نورانی مخلوق کی عیب جوئی اور ان پر مطاعن و مثالب کا فتح باب کرنا، ان کی عدالت کو مجروح کرنا دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی، خیبت و خسران کا سبب تو بن سکتا ہے مگر ایسی کوئی کوشش سعیِ مقبول کے زمرہ میں یقیناً شامل نہیں کی جا سکتی، کچھ نامسعود لوگ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے مشاجرات، زلات اور اجتہادی قسم کے خطایا کے

آڑ میں اپنی بدباطنی اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کے خفیہ جذبات کو آشکارا کرنے کا بہانہ تراشتے ہیں اور اجماعِ امت کے برعکس ان نفوسِ قدسیہ کی عدالت کو کج استدلالی سے قابل بحث اور محل نزاع بنا کر پیش کرتے ہیں، اس طرح وہ اپنے ملحدانہ نظریات سے امتِ مسلمہ کو شکوک وشبہات کے دلائل میں پھنسانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔'' [عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:۱۰]

وکیل صحابہ واہل بیت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی

مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت نقل کرنے کے بعد ارقام طراز ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلاف تھا، وہ اجتہادی تھا، جہاں اختلاف اجتہادی ہو، وہاں جانبین حق پر ہوتے ہیں، باطل پر کوئی نہیں ہوتا، فرق صرف اَولیٰ غیر اَولیٰ کا ہوتا ہے، دونوں ماجور ہوتے ہیں، دونوں حق پر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دونوں گروہوں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **فئتان عظیمتان من المسلمین** فرمایا ہے''۔[عادلانہ دفاع:۲/ ۲۱۰، دار التصنیف والاشاعت، ملتان]

حق پر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ باطل پر نہیں ہے، جس کے لیے ہمارے اکابر یہ تعبیر اختیار فرمائی کہ یہ اختلاف صواب وخطا کا تھا حق وباطل کا نہ تھا، اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کی نفی نہیں ہوتی۔فتدبروافہم۔

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرات ائمہ امت کی ان تصریحات سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر جرح وتنقید اور ان کی توہین وتنقیص کرنے والا زندیق ومنافق، خبیث وبدنیت اور رافضی ہے، لہٰذا اہل السنۃ کے دائرہ سے خارج ہے، اسے اپنے آپ کو اہل السنۃ کہلانے کا کوئی حق نہیں، اہل السنۃ تو صرف وہ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکرِ خیر میں رطب اللسان ہو، اسی طرح جنگوں کے سلسلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ پر طعن کرنے والا بھی شیعہ ہے۔[عادلانہ دفاع:۲/ ۴۱۴]

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مستطاب ''خارجی فتنہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے خلاصہ مبحث ذکر فرماتے ہوئے تحریر ہیں:

''اول:...... یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے، ان کی خلافت قرآن کریم کی موعودہ خلافت ہے اور اس کا انکار یا اس کی تنقیص خلافتِ راشدہ کا انکار یا اس کی تنقیص ہے۔

دوم:...... یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں جو مشاجرات ومحاربات رونما ہوئے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے، جو حضرات ان کے خلاف صف آراء ہوئے، وہ خطا پر تھے، مگر یہ سب حضرات نیک نیت تھے، انہوں نے جو کچھ کیا اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کے لیے کیا، اس لیے وہ اپنی اس اجتہادی خطا پر بھی عنداللہ اجروثواب کے مستحق ہیں، ان پر طعن وتشنیع روا نہیں۔

بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے ......خلاصہ یہ کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف ومسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے، بلکہ یہی ہمارا عقیدہ وایمان ہے۔'' [نقد ونظر: ۲/ ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۲۰، مکتبہ ختم نبوت، کراچی]

حضرت شہید اسلام لکھتے ہیں:

''دراصل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر طعن (جس میں بہت سے احمق اہل السنۃ بھی مبتلا ہوجاتے ہیں) حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم پر طعن کا مقدمہ ہے، ان پر اعتراض دراصل قرآن کریم اور سنتِ نبویہ کو مشکوک کرنے کی سازش ہے''۔ [نقد ونظر: ۱/ ۵۹۴]

مولانا عبدالخالق سنبھلی (استاذ دارالعلوم دیوبند)

مولانا عبدالخالق سنبھلی (استاذ دارالعلوم دیوبند) ارقام فرماتے ہیں:

''پوری امت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب پاک باز اور عادل ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وثقاہت پر قطعی دلائل موجود ہیں، بلاچون وچرا ان کو عادل تسلیم کرنا ضروری ہے، راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق تو چھان بین ہوگی مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت میں تفتیش نہیں ہوگی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت دیگر عام رواۃ کی طرح نہیں ہے اور صرف روایتِ حدیث ہی میں نہیں بلکہ دوسرے معاملاتِ زندگی میں بھی وہ عدالت سے صفت سے متصف ہیں، فسق کی صفت سے متصف نہیں ہوسکتے، اگر ان کی عدالت مجروح ہو تو پھر اعتماد کامل کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دین کے ستون ہیں، اس لیے ان پر جرح وتعدیل نہیں ہوگی......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف ومعرکوں کو لے کر کہ جن کو مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے، یہ نہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ان اختلافات میں کوئی ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا خطاء پر تو دونوں فریق کی یکساں تعظیم واحترام کس طرح برقرار رہے؟ بلکہ جو خطا پر ہے اس کی تنقیص ایک لازمی چیز ہے، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ باجماعِ امت ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کو اجتہادی اختلاف قرار دیا جائے گا اور اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائے گی تاکہ امتِ مسلمہ ان قدسی صفات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں شکوک وشبہات سے محفوظ رہے اور جو روایات قابل تاویل نہ ہوں ان کو مردود سمجھا جائے گا، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تقدس نصوصِ قدسیہ سے

ثابت ہے، ان کے مقابلے میں متعصّبانہ افتراء پردازی اور تنقید وتنقیص والی روایات مردود ہوں گیں۔

(مجموعۂ مقالات، مرتب مولانا سید اسعد مدنی، ۱/۳۲۱،۳۳۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم:

موصوف مولانا مفتی محمد زاہد صاحب مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصا مشاجرہ ومحاربہ بین سیدنا علی المرتضی اکرم اللہ تعالی وجہہ ورضی عنہ وأرضاہ کو اس طرز وانداز میں بیان کرتے ہیں کہ جس سے یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے اور چھلک رہی ہوتی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی وجہ و اصل خاندانی اختلاف تھا، اس پس منظر میں مولانا محمد زاہد صاحب اگر حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں تو یقیناً مفید ہوگی۔

حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب اور ان کا اللہ کے نزدیک انبیاء کے بعد محبوب ترین امت ہونا قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقابل انکار دلائل سے ثابت ہے لہٰذا اس سبائی پروپیگنڈے پر کان دھر کر قرآن وسنت کے واضح ارشادات کو دریا برد نہیں کیا جاسکتا، اہل سنت کا جو عقیدہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کی تحقیق میں پڑنا درست نہیں بلکہ اس معاملے میں سکوت اختیار کیا جائے، یہ کوئی تلخ حقائق سے فرار نہیں بلکہ اس کی وجہ یہی ہے کہ تاریخی روایات میں سے صحیح اور غلط اور سچی اور جھوٹی کا امتیاز ہر انسان کا کام نہیں ہے اس لئے جو شخص جرح وتعدیل کے اصولوں سے ناواقف رہ کر ان روایات کو پڑھے گا وہ ہرگز کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا صحیح روایات میں مشاجرات صحابہ سے متعلق جو مواد آیا ہے اسے سامنے رکھ کر اہل سنت کے تمام مرکزی علماء نے متفقہ طور پر یہ عقیدہ اختیار کیا ہے کہ اگرچہ صفین وجمل کی جنگوں میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا لیکن ان کے مقابل حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاویہؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا موقف بھی سراسر بے بنیاد نہیں تھا، یہ حضرات بھی اپنے ساتھ شرعی دلائل رکھتے تھے اور ان سے جو غلط فہمی صادر ہوئی وہ خالص اجتہادی نوعیت کی تھی......اسلام کے بعد بلاشبہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی خاندانی رنجش ختم ہوگئی تھیں اس کے بعد جو تھوڑی بہت رنجشیں ظاہر ہوئی ہیں ان کا سبب خاندانی رقابت نہ تھی بلکہ کچھ دوسرے امور تھے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ان رنجشوں کے باوجود دونوں خاندانوں میں برابر رشتے ناطے ہوتے رہے۔......واقعہ یہ ہے کہ تاریخ میں حضرت معاویہؓ پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں وہ غلط سلط اور موضوع روایات پر مبنی ہیں اگر صرف صحیح روایات پر بھروسہ کر کے حضرت معاویہؓ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو صورت حال بالکل مختلف ہوجاتی ہے''۔[فتاوی عثمانی:۱/۱۷۷]

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''عبارات مذکورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب جو واقعات بیان کیے گئے ہیں، وہ

تاریخ کی بعض کتابوں میں موجود ہیں لیکن خاص طور سے مشاجرات صحابہ کے بیان میں تاریخی روایات اس قدر مختلف بسا اوقات متضاد ہیں کہ ان سے صحیح واقعات کا پتہ معلوم کرنا بڑا مشکل ہے، لہٰذا ان کی بنیاد پر صحابہؓ کے حق میں بدگمانی کرنا دانش مندی کے خلاف ہے، ان کا معاملہ انہی پر چھوڑا جائے اور ان کی حرمت و عظمت دل میں رکھنی چاہیئے۔(**تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ**)''۔ [فتاویٰ عثمانی:۱/۳۰۳]

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

'' خلاصہ اس کا بھی یہی ہے کہ آپ کے عہد کو خلافت راشدہ کے برابر تو نہیں کہا جاسکتا، لیکن آپ ایک امام عادل تھے، لہٰذا اگر حضرت والد صاحبؒ نے لکھا ہے کہ آپ کے عہد میں خلافت راشدہ کا مثالی رنگ باقی نہیں رہا تھا، تو اس میں علماء اہل سنت کا موقف کے خلاف کوئی بات نہیں ہے اور اس کا مقابلہ ''خلافت وملوکیت'' کی ان عبارتوں سے نہیں کیا جاسکتا جن پر احقر نے تنقید کی ہے۔

جہاں تک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کا تعلق ہے اس کو خلافت راشدہ قرار دینے پر اتفاق نہیں ہے اور حضرت معاویہؓ بلاشبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے صحابیت کی بناء پر بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں، لیکن اگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد حکومت کو بحیثیت مجموعی کوئی شخص بہتر کہے تو اس سے مسلّم اصول بظاہر متاثر نہیں ہوتا۔

جہاں تک صاحب ہدایہ کی عبارت کا تعلق ہے اس میں سلطان جائر ایک فقہی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ فقہ میں جو شخص امام برحق کے مقابلے میں برسر جنگ ہو خواہ وہ کتنا متقی ہو اور اپنے اجتہاد سے ایسا کر رہا ہو اس کو اصطلاحاً ''سلطان جائر'' ہی کہتے ہیں، لیکن صاحب ہدایہ نے احتیاط فرمائی ہے کہ حضرت معاویہ کو آپ نے سلطان جائر نہیں کہا ()، بلکہ یہ کہا ہے کہ حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اس کے باوجود صحابہ کرامؓ نے ان سے قضاء کو قبول کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام برحق کے مدمقابل کی (جسے اصطلاحاً سلطان جائر کہتے ہیں) تقلید جائز ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جو عبارت آپ نے نقل فرمائی ہے وہ درحقیقت بعض ضعیف تاریخی روایات پر مبنی ہے اور احقر یہ واضح کر چکا ہے کہ وہ روایات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ نے ضمنی طور انہیں ذکر کر دیا ہے، شاید تحقیق کا موقع نہ ملا ہو اور حضرت معاویہؓ کا عذر اگر ان کے سامنے آتا تو شاید ان کی رائے بھی مختلف ہوتی، اس کے ساتھ ہی ان کی عبارت اور ''خلافت وملوکیت'' کی عبارت کا موازنہ کر کے دیکھ لیجئے کہ کونسی عبارت توہین آمیز ہے؟ اور اصولی طور پر یہ بات بھی احقر لکھ چکا ہے کہ ایک صحابیؓ پر کسی ضعیف روایت کی بنیاد پر الزام عائد کرنے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ بعد کے کسی عالم کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان سے تسامح ہوا ہے۔

[فتاویٰ عثمانی:۱/۳۰۵]

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے آخر الذکر کلمات مولانا محمد زاہد صاحب کو بار بار دیکھنے چاہئیں، جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات کو لے کر بے جا اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ محاربہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بنا پر فاسق وغیر عادل اور حقیقی باغی ٹھہرتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم ردِ مودودیت ودفاع سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنی مشہور زمانہ کتاب ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' حرفِ آغاز میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابتِ حی کے فرائض انجام دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا دورِ حکومت تاریخ اسلام کے درخشاں زمانوں میں ہے، جس میں اندرونی طور پر امن واطمینان کا دور دورہ بھی تھا اور ملک سے باہر دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان پر اعتراضات و الزامات کا کچھ اس انداز انبار لگایا ہے کہ تاریخِ اسلام کا یہ تابناک زمانہ سبائی پروپیگنڈے کے گردوغبار میں روپوش ہوکررہ گیا ہے''۔[ص:۹،ط:جدید،۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء]

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہمارا اجمالی عقیدہ یہ ہے کہ زمین وآسمان کی نگاہوں نے انبیاء علیہم السلام کے بعد ان سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں دیکھے، حق وصداقت کے اس قافلے کا ہر فرد اتنا بلند کردار اور نفسانیت سے اس قدر دُور تھا کہ انسانیت کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے اور اگر کسی سے کبھی کوئی لغزش ہوئی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما کر ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا ہے، رہ گئی یہ بات کہ ان کے باہمی اختلافات میں کون حق پر تھا اور کس سے کس وقت کیا غلطی سرزد ہوئی تھی؟ سو اس قسم کے سوالات کا واضح جواب قرآن کے الفاظ میں یہ ہے: **تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ** ، یہ ایک امت تھی جو گزر گئی، ان کے اعمال ان کے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، اور تم سے نہ پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کیسا عمل کیا تھا؟''[حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق:۱۴]

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم انشاء پرداز ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی موقف چونکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف اور جمہور اہل السنۃ کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اس لیے ان کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا، اور ان کے خلاف الزامات واتہامات کا طومار لگا دیا

گیا جس میں ان کے فضائل ومناقب چھپ کر رہ گئے، ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی اور ایسے اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔'' [جہانِ دیدہ: ۳۰۳]

مولانا سید مختار الدین شاہ مدظلہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا سید مختار الدین شاہ مدظلہ (کربوغہ) تحریر فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقدس اور عدالت اور ان کے ساتھ محبت اور ان کی تعظیم وتکریم یقینی طور پر ثابت ہے، جس شخص کی زندگی مجموعی طور پر اچھی اور پاکیزہ ہو، اس پر کسی گناہِ کبیرہ کا الزام عقل اور فطرت کی رو سے بھی اس وقت تک درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ مضبوط اور قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام تو بہت ہی بلند ہے ان حضرات کا تقدس اور عدالت قرآن وسنتِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، پس تاریخ کی جھوٹی، بے سند اور ضعیف روایات کی یہاں کوئی حیثیت ہی نہیں......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید اور اعتراض کرنا دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی تربیت پر اعتراض کرنا ہے، کیونکہ پھر تو یہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تزکیہ صحیح اور کامل نہ تھی......الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ ہستیاں یہی ہیں، ان کا ہر فرد اتنا بلند کردار اور نفسانیت سے اس قدر دور تھا کہ انسانیت کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم، ان سے محبت رکھنا، ان کی مدح کرنا واجب ہے، اگر کسی سے بظاہر کوئی لغزش ہوئی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما کر ان کے جنتی ہونے کا اعلان کردیا ہے اور ان کے باہمی اختلافات میں کون حق پر تھا اور کس سے کس وقت کیا غلطی سرزد ہوئی تھی، سو اس قسم کے سوالات کا واضح جواب قرآن کے الفاظ سے لیا جائے گا: **تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ،** یہ ایک امت تھی جو کہ گزر گئی، ان کے اعمال ان کے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور تم سے نہ پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کیسا عمل کیا تھا، لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم الشان جماعت کے بارے میں اپنی زبان یا قلم سے کوئی ایسا حرف نہ نکالے جس سے کسی صحابی کی تنقیص یا کسرِ شان ہوتی ہو، اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا دروازہ کھولتا ہے، وہ دینِ اسلام کی بنیادوں کو کھودتا کرتا ہے اور وہ کبھی اسلام کا خیرخواہ نہیں ہوسکتا۔'' (عقیدہ اور عقیدت، ص ۲۲۳، ۲۲۴، مکتبہ مدنیہ، لاہور)

(جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مفتی رب نواز، احمد پور شرقیہ

غیر مقلدین کی زبانی...... سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ جاتے وقت اور سجدہ سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ لیکن جس طرح رکوع کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا تھا اسی طرح سجدوں کا رفع یدین بھی متروک ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے امام علامہ وحید الزمان صاحب سجدوں کے رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔'' [**رفع العجاجة عن سنن ابن ماجة**:۱/۴۳۶]

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ان (چار) کے سوا اور مقاموں میں رفع کرنا شائد پہلے ہوگا پھر منسوخ ہوگیا۔''

[**رفع العجاجة عن سنن ابن ماجة**:۱/۴۳۶]

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے وحید الزمان صاحب کو ''امام اہلِ حدیث'' کا درجہ دیا ہے۔ [سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ: ۹۴۵]

بہر حال سجدوں کا رفع یدین اگر چہ متروک ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت یقینی ہے۔

عام غیر مقلدین رفع یدین عند السجود کے ثابت ہونے کے باوجود اسے ''غیر ثابت'' کہتے ہیں کیونکہ اگر ثابت مان لیں تو اُن کے عوام کہیں گے جس طرح رکوع کا رفع یدین ثابت ہے اسی طرح سجدوں کا بھی ثابت ہے اس پر عمل کیوں نہیں؟ اب اگر یہ جواب دیا جائے کہ سجدوں کا رفع یدین ہمیشہ نہیں کیا تو سوال اُٹھے گا کہ رکوع کے رفع یدین والی حدیثوں میں بھی تو ہمیشہ کرنے کی بات نہیں ہے۔ محض ثبوت سے رکوع کا رفع یدین سنت ہے تو سجدوں کا رفع یدین بھی ثابت ہے وہ سنت کیوں نہیں؟

اسی طرح اگر یوں تعبیر اختیار کریں کہ سجدوں کا رفع یدین آپ نے کیا تو تھا مگر چھوڑ دیا تھا تو کہا جائے گا کہ رکوع کا رفع یدین بھی چھوڑ دیا تھا جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کے ''**ترک ذلک** ...اور... **الرخصة فی ذلک**'' باب قائم کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ (نسائی ۱/۱۱۷، ۱۲۰...دوسرا نسخہ ۱/۱۵۷، ۱۶۰)

اور خود غیر مقلدین کی متعدد کتابوں میں یہ اقرار موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع کا رفع یدین چھوڑنا ثابت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۴۴۱، رسول اکرم کا صحیح طریقہ نماز صفحہ ۳۵۴، **رفع العجاجة عن سنن ابن ماجة** :۱/۳۰۶)

نیز غیر مقلدین کی کتابوں: تنبیہ المقلدین صفحہ ۱۹، انتخاب مشکوۃ صفحہ ۱/۳۴۸ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ رکوع کا رفع یدین چھوڑ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(دو ماہی ترجمانِ احناف پشاور جمادی الاول وجمادی الثانی ۱۴۴۰ھ)

کیا سجدوں کے رفع یدین میں اختلاف نہیں؟

غیر مقلدین سے جب سجدوں کے رفع یدین پر بحث ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ سجدوں کا رفع یدین تو دونوں فریق نہیں کرتے اس لیے اسے زیر بحث نہ لایا جائے۔

عرض ہے کہ عمل نہ کرنے کے باوجود ایک اختلاف موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ سجدوں کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ چھوڑ دیا تھا مگر اُن سے ثابت ضرور ہے جب کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہی نہیں۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا متروک ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ضرور ہے۔ایک شخص اسے ثابت مان کر متروک کہتا ہے اور اگر اس کے بالمقابل کوئی کہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا سرے سے ثابت ہی نہیں۔تو کیا ان دونوں میں اختلاف نہیں؟ کسی متروک العمل حدیث کو ثابت مان کر عمل نہ کرنا اور چیز ہے مگر اس ثابت شدہ حدیث کا انکار کرنا دوسری شیء ہے۔

یہاں رئیس محمد ندوی صاحب غیر مقلد کا اقتباس بھی پڑھتے چلیں:

’’مسنون ومشروع ہونے کے اقرار واعتراف کے ساتھ اگر ترک کا مرتکب ہو تو غلطی اتنی بھیانک نہیں جتنی کہ اس کے مسنون ومشروع ہونے سے انکار کر بیٹھنے والوں کی غلطی ہے۔‘‘

[رسول اکرم کا صحیح طریقہ نماز:۳۵۵]

اس سے ثابت ہوا کہ کسی مشروع عمل کی مشروعیت بالفاظ دیگر ثابت حدیث کو غیر ثابت کہنا بہت بڑی بھیانک غلطی ہے۔

مذکورہ بالا ابتدائی باتوں کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ سجدوں کے رفع یدین والی حدیثوں کو کئی نامور غیر مقلدین نے صحیح قرار دیا ہے۔

سجدوں کے رفع یدین کو ’’نماز نبوی‘‘ کا عنوان

غیر مقلدین اپنی مسلکی نماز کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس نماز کو غیر مقلدانہ نماز یا اہل حدیث نماز نام دینے کی بجائے ’عموماً ’نمازِ نبوی‘‘ کا عنوان دیتے ہیں۔جس سے وہ بزعمِ خود یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کتابوں میں طریقہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والا ہے۔ان کے اس دعویٰ سے ہمیں اختلاف ہے،مگر یہاں ہم قارئین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ متعدد غیر مقلدین نے جس طریقہ نماز کو

نبوی نماز کے نام سے شائع کیا ہے، اس میں سجدوں کا رفع یدین بھی ہے۔ثبوت حاضر ہیں۔

رئیس محمد ندوی صاحب کا بیان کردہ طریقۂ نماز

جامعہ سلفیہ بنارس (بھارت) کے استاد رئیس ندوی غیر مقلد نے اپنی ایک کتاب کا نام'' رسول اکرم کا صحیح طریقۂ نماز'' رکھا ہے۔انہوں نے اپنی اسی کتاب میں متعدد بار یہ بات دہرائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سجدوں کا رفع یدین کیا کرتے تھے اور یہ عمل مستحب اور کارِ فضیلت ہے۔ان کی کچھ عبارات ملاحظہ ہوں۔

ندوی صاحب نے سنن ابی داود کی حدیث درج کی ہے:

''وائل نے کہا کہ میں نے معیت نبوی میں نماز پڑھی تو دیکھا کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کیا...پھر سجدہ گئے تو اپنا چہرہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور جب سجود سے سر اُٹھایا تو پھر رفع الیدین کیا اسی طرح آپؐ نے پوری نماز پڑھ کر فراغت حاصل کی۔''(رسول اکرم کا صحیح طریقۂ نماز:۳۵۳)

ندوی صاحب ابوداود کی مذکورہ حدیث درج کر کے لکھتے ہیں:

''مذکورہ بالا حدیث کی سند نہایت پختہ ٹھوس اور صحیح ہے اور جن احادیث میں بوقت سجدہ رفع الیدین کی نفی کی گئی ہے وہ معنوی اور حقیقی طور پر اس حدیث کے معارض ومخالف نہیں ہے۔''

(رسول اکرم کا صحیح طریقۂ نماز:۳۵۳)

ندوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''بوقت رکوع رفع الیدین کی طرح بوقت سجدہ رفع الیدین موکد نہیں اور وہ موکد ہونے کی بجائے صرف مستحب وکارِ فضیلت ہے۔''[رسول اکرم کا صحیح طریقۂ نماز:۳۵۴]

ندوی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں سجدوں کے رفع یدین کو مستحب اور مشروع ثابت کرنے کے لیے متعدد احادیث، آثار صحابہ اور افعال تابعین وغیرہ درج کئے ہیں۔ندوی صاحب کی یہ ساری باتیں میں کسی مستقل مضمون میں آئندہ جمع کروں گا۔اِن شاءاللہ۔

شیخ ناصر الدین البانی کا موقف

البانی صاحب کا موقف معلوم کرنے سے پہلے اُن کا مقام ومرتبہ ملاحظہ فرمالیں۔مولانا عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بے مثال محدث اور مجدد دین، امام العصر محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ''(مقدمہ سنن الترمذی مترجم:۶۱/۱)

مولانا عبدالباری فتح اللہ صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مجدد ملت، محدثِ عصر وفقیہ دہر علامہ محمد ناصر الدین البانی''(مقدمہ **صفة صلوة النبی** صفحہ ۸)

غیر مقلدین کے ''بے مثال محدث، مجدد دین، امام العصر...مجدد ملت، محدثِ عصر وفقیہ دہر'' البانی صاحب نے اپنی کتاب ''صفة صلوة النبی'' میں بزعمِ خویش جس نماز کو نبوی نماز قرار دیا اس میں سجدوں کا رفع یدین بھی ہے۔

البانی صاحب ''سجدہ سے اُٹھنا'' عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''آپ [صلی اللہ علیہ وسلم (ناقل)] اس جگہ کبھی کبھار ''اللہ اکبر'' کہتے وقت رفع یدین بھی کرتے''

(مقدمہ مترجم صفة صلوة النبی صفحہ ۲۱۵)

البانی صاحب نے ''دونوں سجدوں کے درمیان پڑھی جانے والی دعائیں'' عنوان کے تحت لکھا:

''اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس تکبیر کے ساتھ بعض اوقات رفع یدین بھی کرتے۔''

[**مقدمہ مترجم صفة صلوة النبی:۲۱۸**]

البانی صاحب آگے کہتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دوسرے سجدے سے سر اُٹھاتے وقت ''اللہ اکبر'' کہنے کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔'' [**مقدمہ مترجم صفة صلوة النبی:۲۱۸**]

شیخ البانی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کا رفع یدین کبھی کبھی کیا۔ یہ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ وہ لفظ رکوع کی حدیثوں میں نہیں ہے؟

البانی صاحب کہتے ہیں:

''یہ رفع الیدین دس صحابہ کرا رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور سلف کی ایک جماعت اس کے مسنون ہونے کی قائل ہے جن میں سے ابن عمر، ابن عباس، حسن نصری، طاؤس، عبد اللہ بن طاؤس، نافع (مولی ابن عمر)، سالم بن عبداللہ بن عمر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار اور عطاء ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے اسے مسنون بتایا ہے اور امام مالک اور شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے **رحمهم الله تعالیٰ جميعا.**'' [**صفة صلوة النبی مترجم:۲۰۴**]

البانی صاحب سجدوں کے رفع یدین کے بارے میں مزید کہتے ہیں:

''اس مقام پر رفع یدین کرنا انس بن مالک، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے صحیح اسانید سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے۔''

[حوالہ مذکورہ:۲۱۵]

شیخ البانی کا اعتراف اوپر آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ سجدوں کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے دس صحابہ کرام ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بات ذہن میں رہے کہ غیر مقلد علماء کا اعتراف

ہے کہ جس حدیث کو دس صحابہ کرام روایت کریں وہ متواتر ہوتی ہے۔

مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: ''**حدیث جی کله د لسو کسانو نه روایت شی نو هغه بنا بر قول مختار متواتر دی**'' [دپیغمبر مونځ :۳۴۲ پشتو] ایک حدیث جب دس راویوں سے روایت کی جائے تو وہ مختار قول کے مطابق متواتر ہوتی ہے۔

ابو یزید عبدالقاہر صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''**امام سیوطی ؒ فرمائی: چه لسو صحابو روایت کړے وی نو هغه حدیث متواتر دے : ان کل حدیث رواه عشرة من الصحابة فهو متواتر عندنا معشر اهل الحدیث**'' [التحقیقات فی رد الھفوات :۲۲۶]

مذکورہ عبارت میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث کو دس صحابہ روایت کریں وہ محدثین کے نزدیک متواتر ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''امام اصطخری، حافظ سیوطی، اشرف علی تھانوی دیوبندی وغیرھم نے اس کی صراحت کی ہے کہ ہر وہ حدیث متواتر ہے جسے کم از کم دس راوی (صحابہ) بیان کریں'' [جزر فع الیدین:۹]

غیر مقلدین کے مذکورہ بالا حوالوں میں اعتراف موجود ہے کہ جس حدیث کو دس صحابہ روایت کریں وہ متواتر ہوتی ہے اور انہیں یہ بات بھی تسلیم ہے کہ متواتر حدیث کی سند میں اگر چہ کمزوری آجائے تو بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''مشہور و متواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔'' [علمی مقالات:۳۱۹/۲]

مولانا ارشادالحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''متواتر حدیث کے ہر راوی کی صحتِ اسناد کا تقاضا نہایت درجہ یقینی علم کا ثبوت ہے۔''

[مقالاتِ اثری:۴۷/۲]

مولانا عبد الباری فتح اللہ کا البانی سے اتفاق

مولانا عبدالباری فتح اللہ صاحب البانی کی کتاب ''**صفة صلوة النبی**'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اپنے باب میں بے نظیر ہے، سلف سے خلف تک کسی عالم نے میرے علم کی حد تک طریقۂ نماز کے بارے میں اتنی مدلل کتاب اب تک تحریر نہیں کی جیسا کہ علامہ البانی صاحب نے خود بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ میں اس کتاب کے مشمولات سے باستثناء دو مسائل مکمل طور پر متفق ہوں: (۱) پہلا مسئلہ تشہد میں...(۲) دوسرا مسئلہ قرآت خلف الامام کا ہے، علامہ البانی صاحب جہروں نمازوں میں امام کے

پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔'' [مقدمہ مترجم صفة صلوة النبی:۷۵،۷۶]

مولانا عبدالباری صاحب نے دومسئلوں کے علاوہ صفۃ صلوٰۃ النبی کے دیگر تمام مسائل سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے جن میں سجدوں کا رفع یدین بھی شامل ہے۔لہٰذا اُن کے نزدیک بھی سجدوں کا رفع یدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اوراس رفع یدین کے ساتھ پڑھی گئی نماز ''نمازِ نبوی'' ہے۔

''فتاوی علمائے حدیث'' کے حوالہ جات

غیر مقلدین اپنے فتاویٰ کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں کہ ان فتاویٰ میں ائمہ کی آراء و قیاسی موشگافیاں نہیں بلکہ خالصۃً قرآن وحدیث کی تعلیمات سے قوم کو روشناس کرایا گیا ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ آلِ غیر مقلدیت نے اپنے فتاویٰ میں سجدوں کے رفع یدین کو کیا حیثیت دی ہے؟ ملاحظہ ہو۔

مولانا عبد التواب ملتانی کافتوٰی

کسی نے سجدوں کے رفع یدین کے حوالہ سے متعدد سوالات کیے۔جن میں یہ سوال بھی شامل ہے کہ نسائی میں مروی سجدوں کے رفع یدین کی حدیثیں صحیح ہیں؟ مولانا عبدالتواب ملتانی غیر مقلد نے اس کا یوں جواب دیا:

''عامل رفع بین السجو دپر جو دائما یہ عمل رکھے مصیب نہیں ہے کیوں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مداومت نہیں ہے...اور مطلقا مانع جو ہو وہ بھی حق پر نہیں ہے...حدیثِ ھذا صحیح ہے، متروک العمل نہیں ہے...عامل بالسنۃ لوگ وقتا فوقتا جن کو اللہ نے توفیق دی ہے اس پر عمل کرتے ہیں...جہاں تک مجھ کو معلوم ہے [سجدوں کے رفع یدین والی نسائی کی حدیثیں جو **من طریقِ شعبہ اور سعید بن ابی عروبة** ہیں(ناقل)] ان دونوں احادیث میں سے کسی حدیث پر کوئی جرح نہیں ہے۔اس حدیث کا کوئی ناسخ اس وقت تک نظر نہیں آیا...بعض صحابہ نے اس پر عمل کیا ہے اوراسی طرح بعض تابعین نے بھی...مردہ سنت اسے کہتے ہیں جس کا کوئی عامل نہ ہو اوراس سنت پر عمل رہا...اس فعل پر ناراض ہونے والا غالی ہے اور محبّ سنت نظر نہیں آتا۔**ھذا و اللہ اعلم** محمد عبدالتواب بقلم خود **تاب اللہ علیہ**''

[فتاویٰ علمائے حدیث:۳۰۵/۴]

مولانا عبد الحق ھاشمی غیرمقلد کا فتویٰ

مولانا عبدالحق ہاشمی (دراصل نونا ری) غیر مقلد نے بھی مذکورہ بالا استفتاء کا جواب دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''عامل رفع الیدین عند ارادۃ السجدۃ و بین السجدتین مصیب ہے...بلاشک حدیث صحیح ہے۔فتح الباری ملاحظہ ہو...یہ حدیث تغافل یا تساہل کی وجہ سے متروک العمل ہوئی ورنہ کوئی وجہ ترک کی نہیں...اس حدیث میں سوائے تدلیس قتادہ کے اَور کوئی جرح نہیں، لیکن شعبہ کے قول سے یہ تدلیس مرتفع ہے۔شعبہ کی

عادت تھی کہ قتادہ سے مدلس حدیث کوروایت نہیں کرتا تھا... یہ رفع یدین منسوخ نہیں، بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہے۔ کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے۔ اَور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہو۔ احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ابن عمر کا اس رفع کو قبول کرنا بعد روایت منع رفع الیدین عندالسجو د اول دلیل ہے کہ رفع بعد منع وارد ہوا ہے... اس رفع یدین کے عامل صحابہ کرام میں سے ابن عمر، ابن عباس اور تابعین سے طاؤس اور نافع اور عطاء مجھے معلوم ہیں۔ باقی صحابہ کی موافقت معلوم نہیں تو مخالفت بھی کہیں مروی نہیں۔ علاوہ بریں حدیث بنفسہ محتاجِ عمل عامل نہیں ہوتی... بلاشبہ اس کا عامل **محی السنة المیتة** ہے اور مستحق اجر سو شہید کا ہے **کما ورد فی الحدیث**... جو شخص اس کی مخالفت کرے اَور اس رفع یدین سے ناراض ہو اَور اس کے عامل کو فرقہ مبتدعہ رافضہ سے تشبیہ دے۔ باوجود یہ کہ اس کو یہ حدیث صحیح بھی معلوم ہے تو وہ شخص معاندِ حق ہے **وقد قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وسآء ت مصیرا۔**'' [فتاویٰ علمائے حدیث: ۳۰۶/۴]

مولانا عبدالحق صاحب نے اس فتویٰ میں سجدوں کے رفع یدین کے انکاری کو معاند حق قرار دیتے ہوئے اسے جہنم کی وعید سنا دی ہے۔

مولانا فیض الکریم سندھی کا فتوی

مولانا عبدالحق صاحب کے مذکورہ فتویٰ کی تصدیق میں مولانا فیض الکریم سندھی (از یاروشاہ سندھ ضلع نواب شاہ) نے لکھا ہے: ''**الصحیح انه صلی الله علیه وسلم قد فعله مرة و ترکه اخری فلایقال انه بدعة بل هو سنة**'' (فتاویٰ علمائے حدیث ۳۰۷/۴)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں کے رفع یدین کو کبھی کیا ہے اور کبھی اسے چھوڑا ہے پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بدعت ہے بلکہ وہ سنت ہے۔

سجدوں کے رفع یدین پر مستقل رسالے

قارئین کرام کے علم میں ہم ایک اور بات لانا چاہتے ہیں کہ غیر مقلد علماء نے سجدوں کے رفع یدین کے ثبوت پر مستقل رسالے بھی لکھے ہیں اُن میں سے تین رسالوں سے ہم مطلع ہوئے ہیں ذیل میں اُن رسالوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سجدوں کے رفع یدین پر مستقل رسالہ" فتح الودود "

غیر مقلد عالم مولانا ابو محمد عبدالحق ہاشمی (دراصل نوناری) صاحب نے سجدوں کے رفع یدین کے اثبات پر ایک مستقل رسالہ بنام'' **فتح الودود فی تحقیق رفع الیدین عندالسجود** ''تحریر کیا ہے۔

اس میں لکھتے ہیں:

''اعلم انہ قد ورد حدیث رفع الیدین عندالسجود والرفع منہ عن تسعۃ من الصحا بۃ الکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین'' [فتح الودود:۱]

جان لے تو بلا شبہ سجدوں کا اور سجدوں سے اٹھنے کے وقت کا رفع یدین نو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

پھر انہوں نے اِن نو صحابہ کرام کے اسماء گرامی تحریر کئے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ مالک بن حویرث۔ ۲۔ انس بن مالک۔ ۳۔ عبداللہ بن عباس۔ ۴۔ ابوھریرہ۔ ۵۔ عمیر بن حبیب۔ ۶۔ جابر بن عبداللہ۔ ۷۔ وائل بن حجر۔ ۸۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب۔ ۹۔ عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ [فتح الودود:۱]

کسی نے اعتراض کیا کہ سجدوں کا رفع یدین منسوخ ہے جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب ''**ترک رفع الیدین عندالسجود**'' قائم فرما کر اس کا منسوخ ہونا ظاہر کیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں موصوف اپنے دوسرے رسالہ میں لکھتے ہیں:

''لیس ذٰلک مقصود النسائی بل مقصودہ من ھذا الباب بیان الرخصۃ فی ترک رفع الیدین عندالسجود کانہ یقول لیس رفع الیدین عندالسجود فرضا بل ھو مستحب یجوز ترکہ''(اقامۃ الحجۃ صفحہ ۸۰۷)

امام نسائی کا یہ مقصود نہیں [کہ رفع الیدین عندالسجود منسوخ ہے] بلکہ ان کا مقصود اس باب سے رفع الیدین عندالسجود کی رخصت کو بیان کرنا ہے گویا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ رفع الیدین عندالسجود فرض نہیں بلکہ مستحب ہے جسے کبھی ترک کر دینا بھی جائز ہے۔

مولانا ابوحفص عثمانی داجلی کا رسالہ "فضل الودود"

غیر مقلدین کے لکھاریوں میں سے ایک لکھاری مولانا ابوحفص عثمانی داجلی صاحب ہیں جو اپنے حلقہ میں ''محقق عالم دین'' سمجھے جاتے ہیں۔ حافظ ریاض احمد عاقب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا ابوحفص عثمانی رحمہ اللہ ایک محقق عالم دین، عظیم منتظم اور مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے۔'' (مولانا عبدالتواب ملتانی صفحہ ۱۶۳)

غیر مقلدین کے اس ''محقق عالم دین'' نے بھی سجدوں کے رفع الیدین کے اثبات پر مستقل رسالہ ''**فضل الودود فی تحقیق رفع الیدین للسجود**'' کے نام سے لکھا ہے۔

مولانا عزیز زبیدی صاحب ''**فضل الودود**'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا ابوحفص عثمانی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، محقق نامور عالم دین اور متعدد کتب کے مشہور مؤلف ہیں۔ کتاب وسنت کے سوا اور کسی بھی شخصیت کے زلفِ گرہ گیر کے اسیر بھی نہیں ہیں بلکہ آزادانہ مطالعہ کرتے ہیں اس لیے بعض امور میں آپ کو معروف ڈگر سے مختلف راہ بھی اختیار کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان سے اختلاف رائے کے باوجود، ان کی علمی تخلیقات اور نیک جذبات کا ہم احترام کرتے ہیں اور ان کو اس کا حق دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا محرک سنت کا ثبوت ہوتا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب بھی کچھ اس قسم کی کتاب ہے جس میں فاضل مؤلف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ: رفع یدین صرف چار بار نہیں، سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے اُٹھتے وقت بھی مسنون ہے پھر اس کے لیے موصوف نے نو عدد مرفوع اور موقوف روایات اور متعدد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کا تعامل اور نظریہ پیش کیا ہے۔ اور ہر روایت کے سلسلے میں قابلِ ذکر جرح وتعدیل اور صحت وضعف سے بھی کھل کر بحث کی ہے جن سے بعض اعتبار سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن بالکلیہ ان کو رد کرنا آسان بات نہیں ہے۔ اس میں جو مرفوع روایات بیان کی گئی ہیں، ان سے روایتی حیثیت سے تفصیلی بحث تو بہت مشکل ہے۔'' (ماہنامہ محدث لاہور شوال ۱۳۹۶ھ صفحہ ۴۷، ۴۸)

مولانا محمد حسین صاحب کا رسالہ

مولانا محمد حسین صاحب نے سجدوں کے رفع یدین کو سنت قرار دیا، اس حوالہ سے انہوں نے مستقل ایک رسالہ ''سجدوں میں رفع الیدین سنت ہے'' عنوان سے لکھا ہے۔ رسالہ کے نام ہی میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ سجدوں کا رفع یدین سنت ہے۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس رسالہ کا تذکرہ اپنی کتاب ''**نور العینین**'' میں کیا ہے۔

رفع یدین فی السجود کے اثبات پر لکھے گئے مذکورہ رسالوں کا جواب اُن غیر مقلدین پر قرض ہے جو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں سمجھتے۔

شروحاتِ حدیث کے حوالہ جات

غیر مقلدین اپنی کتابوں میں مقلدین کی طرف سے لکھی گئی شروحات کے بارے میں دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ان شروح میں فقہی مسلکوں کی رعایت برتی گئی جب کہ اہلِ حدیث علماء نے اماموں کی تقلید سے آزاد ہو کر حدیث کی غیر جانب دارانہ خدمت کی ہے۔ اُن کی اس بات سے ہمارا اتفاق نہیں مگر چونکہ وہ اپنی شروح کو خالصۃً خدمتِ حدیث کا نام دیتے ہیں اس لیے ہم اُن کی مزعومہ ''خدمتِ حدیث'' کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہاں بھی سجدوں کے رفع یدین کو ثابت مانا ہے۔

علامہ احمد شاکر کی شرح مشکوۃ کا حوالہ

علامہ احمد شاکر غیر مقلد سجدوں کے رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**وهو الحق الصواب الذی ناخذ به و انظر تعليقنا علی المحلی فی المسئلة كلها** ۔اور یہی حق اور صواب ہے جس پر ہمارا عمل ہے محلی (ابن حزم) پر اس مسئلہ سے متعلق ہماری تعلیقات کا مطالعہ کرو''(شرح مشکوۃ جلد۲ صفحہ۴۲ بحوالہ نور الصباح جلد۲ صفحہ ۱۸۸)

علامہ احمد شاکر صاحب کے بارے میں مولانا عبیداللہ رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''متبحر عالم ہیں اور تقلید شخصی سے نفور اور مذہبا اہلِ حدیث ہیں''(حاشیہ سیرۃ البخاری صفحہ ۳۶۶)

مولانا عبد التواب کا حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ

مولانا عبدالتواب ملتانی غیر مقلد نے مصنف ابن ابی شیبہ:۱/۱۸۵ کے حاشیہ لکھا:

''سجدے میں رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں روایات متعارض ہیں اور اصل یہ ہے رفع الیدین نہ ہو۔اکثر علماء کا یہی موقف ہے اور ممکن ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار سجدوں میں رفع الیدین کی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع جاتے وقت اور اُٹھتے وقت ہمیشہ رفع الیدین کرتے تھے جس طرح بیہقی کی روایت نے اس کی صراحت کی ہے۔''(مولانا عبدالتواب ملتانی صفحہ۱۶۳)

ملتانی صاحب نے یہاں دو باتیں کہی ہیں اُن میں سے ہر ایک بات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں کا رفع یدین کیا ہے۔

پہلی بات یہ کہی کہ رفع یدین عندالسجود کے اثبات اور ترک کی روایات معارض ہیں۔عرض ہے کہ غیر مقلد علماء نے کہا ہے کہ معارضہ تب ہوسکتا ہے جب کہ دونوں روایات صحت میں برابر ہوں۔

چنانچہ مولانا عزیز زبیدی صاحب لکھتے ہیں:''معارض روایات میں صحت وضعف کے اعتبار سے دونوں میں مساوات کا ہونا بھی ضروری ہے۔''(ماہ نامہ محدث لاہور شوال ۱۳۹۶ھ صفحہ۴۸)

اس اصول کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ ملتانی صاحب کے نزدیک جس طرح سجدوں کے رفع یدین کی ترک والی روایات صحیح ہیں اسی طرح سجدوں کے رفع یدین کی اثبات والی احادیث صحیح ہیں۔

دوسری بات: ملتانی صاحب نے اگرچہ ''کبھی کبھار'' والی بات لکھی پھر بھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدوں کا رفع یدین کیا ہے۔

تنبیہ: باقی رہا بیہقی کی طرف منسوب روایت سے رکوع کے رفع یدین کی ہمیشگی ثابت کرنا سو یہ کچی بات ہے کیونکہ وہ روایت باطل ومن گھڑت ہے۔

مولانا عبدالرؤف غیر مقلد نے اس روایت کو باطل کہا ہے۔(**القول المقبول** صفحہ۴۱۴)

اور حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اسے ''من گھڑت'' تسلیم کیا ہے۔(**نور العینین** صفحہ۳۲۷)

امین اللہ پشاوری کی ''الحق الصریح'' کا حوالہ

غیر مقلدین کے مصنف مولانا امین اللہ پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

''د رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہ صحیح سند سرہ رفع الیدین پہ سجدہ کنبی ثابت دی خو احیانا او د صحابہ کرامو نہ ھم ثابت دی'' (الحق الصریح شرح مشکوۃ المصابیح ۴/۱۰۴ بحوالہ دوماہی ترجمان احناف پشاور جمادی الاول وجمادی الثانی ۱۴۴۰ھ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ سجدوں میں رفع الیدین ثابت ہے لیکن کبھی کبھار، اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔

غیر مقلدین رکوع کی رفع یدین والی حدیثوں کے ترجمہ میں ''کبھی کبھی'' کا لفظ نہیں لاتے مگر سجدوں کی رفع یدین میں ''کبھی کبھی'' کا اضافہ کردیتے ہیں۔ یہ فرق کس بنیاد پر ہے، کیا حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے یا اپنی رائے سے یہ فرق کیا جاتا ہے؟

چند مزید حوالہ جات

رفع یدین للسجود کے ثبوت پر غیر مقلد علماء کے فتاویٰ، کتبِ نماز اور شروحاتِ حدیث کے حوالہ جات اوپر درج ہو چکے۔ بحث کی تکمیل کے لیے مزید کچھ حوالے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ماہ نامہ محدث کے تبصرہ نگار مولانا زبیدی کی رائے

مولانا عزیز زبیدی صاحب سجدوں کے رفع یدین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کی ذاتی رائے یہ ہے کہ کسی وقت احتیاطاً اس پر بھی عمل ہو جانا چاہیے تاکہ اگر یہ بھی مسنون ہو تو ہم اس سے محروم نہ رہ جائیں۔ روایات کے اسلوب سے پتہ چلتا ہے کہ: ''یہ احیاناً (کبھی کبھار) والی بات تھی، اس لیے اس حد تک ہم بھی کرلیں تاکہ اس کا بھی حق واقعۃً ادا ہو جائے۔''

(ماہ نامہ محدث لاہور شوال ۱۳۹۶ھ صفحہ ۴۸)

مولوی سراج دین جودہ پوری کی تحریر

فتاویٰ اہلِ حدیث میں مولوی سراج دین (جودھ پور) کی تحریر درج ہے جس میں انہوں نے سجدوں کے رفع یدین والی احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اشکالات کا جواب بھی دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''سجدہ کی رفع الیدین کی احادیث کتب سنن وغیر سنن میں ایک جماعت صحابہؓ سے آئی ہیں جن میں ضعیف اور غیر ضعیف بھی ہیں۔ اگرچہ ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے ان کا ضعف **منجز** بھی ہو سکتا ہے۔ امام نسائی نے مالک بن حویریث سے **باب رفع الیدین للسجود** میں اور نیز دوسری حدیث بروایت نصر ابن عاصم مالک بن حویرث سے بیان کی ہیں جس میں وضاحت ہے کہ سجدہ سے اُٹھتے ہوئے حضور رفع

الیدین کرتے تھے۔امام احمدؒ نے بھی مسند احمد جلد۵ص۸۳ پر اِسی مفہوم کی حدیث مالک بن الحویرث سے نقل کی ہے۔اس حدیث پر بعض نے یہ جرح کی ہے کہ قتادہ راوی ہے جو مدلس ہے اور قتادہ نے اس روایت کو لفظِ عن سے روایت کیا ہے۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً قتادہ کی ان روایتوں کو جو بلفظ عن مروی ہیں بہت جگہ صحیح کہا ہے خواہ وہ شعبہ کے طریق سے ہوں یا غیر شعبہ کے طریق سے۔نیز حافظ ابن حجرؒ نے قتادہ کی اس روایت کو جو بلفظ عن مروی ہے صحیح کہتے ہیں حالانکہ وہ غیر طریق شعبہ ہے جیسا کہ ابوداود، فتح الباری، تفسیر فتح البیان میں قتادہ کی ان روایتوں کو صحیح کہا ہے جن میں وہ عن سے روایت کرتے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ تحفۃ الاحوذی صفحہ ۱۵۸ میں ہے: یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابواسحٰق کی روایت شعبہ کے واسطہ سے سماع پر محمول ہے خواہ عن کے ساتھ ہو۔حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں بیہقی سے نقل کیا ہے۔شعبہ کہتے ہیں میں نے تین کی تدلیس سے تمہاری کفایت کی ہے۔اعمش،ابواسحٰق،قتادہ۔حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ کھرا قاعدہ ہے ان تینوں میں سے جب کوئی روایت شعبہ کے ذریعہ سے آئے تو وہ سماع پر دلالت کرے گی اگرچہ عن کے ساتھ روایت ہو۔یہ تدلیس کا جواب ہے۔اب صرف ایک اعتراض باقی ہے کہ نصر بن عاصم مالک بن حویرث روایت لینے میں منفرد ہیں۔دو وجہ سے یہ جرح ضرر نہیں کرتی ہے ایک اس لیے کہ نصر بن عاصم لیثی بصری ثقہ ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مالک بن حویرث کی یہ حدیث جو سنن ابی داود صفحہ ۲۶۳ مع عون المعبود میں ہے تائید کرتی ہے جو میرے نزدیک اس باب میں اصل ہے۔اور حدیث بروایت عبدالجبار بن وائل بن حجر اس کی موید ہے۔اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عادل ہیں۔اگر کوئی اعتراض کرے کہ امام ابوداودؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو ہمام نے بھی محمد بن حجادہ سے روایت کیا ہے لیکن اس نے سجدہ کی رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔محمد بن حجادہ کے صرف ایک شاگرد عبدالوارث نے اس کو ذکر کیا ہے۔سواِس کا جواب یہ ہے کہ عبدالوارث کا متفرد ہونا ضرر نہیں کرتا کیونکہ عبدالوارث ہمام سے بڑھ کر عادل ہے۔کیونکہ تقریب میں ہمام کو ثقاہت کا ایک درجہ دیا ہے اور عبدالوارث کو دو درجے۔زیادتی ثقہ احفظ کی بالاتفاق مقبول ہے۔علاوہ ان ہر دو روایت کے متعدد احادیثِ ضعیفہ اور عمل ایک جماعت صحابہ وتابعین کا ان روایتوں کو قوت دیتا ہے۔بعض اہلِ علم سجدہ کی رفع یدین کی احادیث پر یہ جرح کرتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن عمر اور علی بن ابی طالب اور موسیٰ اشعری ان احادیث کے معارض ہیں کیونکہ ان کی احادیث میں سجدہ کی رفع یدین کا انکار اور نفی ہے۔سو یہ جرح اہلِ حدیث کی شان سے بعید ہے۔اس لیے کہ اس قسم کی احادیث واصحاب الہدیٰ یہ جواب دیتے ہیں کہ روایات مثبتہ روایات نافیہ پر مقدم وترجیح رکھتی ہیں۔‘‘(فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۴۶۶)

بعض اہلِ حدیث کا مسلک

بعض غیر مقلد علماء سجدوں کے رفع یدین کو سنت کہتے ہیں اور بعض اسے مستحب کا درجہ دیتے ہیں

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ یہاں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد بھی اعتراف کرتے ہیں کہ بعض اہلِ حدیث کے سجدوں کا رفع یدین مستحب ہے۔ چنانچہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''سجدہ میں رفع یدین کے استحباب کے اصحابِ شافعیؒ سے ابوبکر بن المنذرؒ اور ابوطبریؒ اور بعض اہلِ حدیث بھی قائل ہیں۔'' (فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۴۷۶)

دو باتیں

رفع الیدین للسجود کے اثبات پر غیر مقلدین کے مذکورہ حوالے نقل کرنے کے بعد آخر میں ہم قارئین کی خدمت میں دو باتیں عرض کرتے ہیں۔ پہلی بات مولانا عبدالخالق صدیقی غیر مقلد کی جسارت ہے اور دوسری بات نواب صدیق حسن خان کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

عبد الخالق صدیقی صاحب کی جسارت

متعدد غیر مقلد علماء نے ڈنکے کی چوٹ کہہ دیا ہے کہ سجدوں کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر آپ نے حوالہ جات پڑھے ہیں۔ اب ذرا مولانا عبدالخالق صدیقی صاحب کی جسارت بھی پڑھیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''سجدوں میں رفع الیدین کا کہہ کر لوگوں کو الجھانے اور دھوکہ دینے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔'' (میں رفع الیدین کیوں کروں؟ صفحہ ۱۲۲)

صدیقی صاحب سجدوں کی رفع یدین کو ''الجھانا، اور دھوکہ دینا'' کہہ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ رفع الیدین للسجود کو ثابت کہنے والے غیر مقلد علماء کے بارے میں کیا کہو گے؟ کیا انہوں نے لوگوں کو الجھایا ہے اور دھوکہ دیا ہے؟

ایک اعتراض اور اس کا جواب

سجدوں کا رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر غیر مقلد علماء کی گواہیاں درج ہیں اور جن لوگوں نے ان حدیثوں پر جرح کی ہے اُن کا جواب بھی آ گیا ہے۔ یہاں نواب صدیق حسن خان کے اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

نسائی میں سجدہ کے رفع یدین والی حدیث ہے۔ نواب صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں نصر بن عاصم راوی ضعیف ہے۔ (دلیل الطالب علی ارجح المطالب)

مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے نواب صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''نواب صاحب کو اس میں ڈبل غلطی لگی ہے۔ انہوں نے نصر بن عاصم انطا کی سمجھا ہے جو واقعی ضعیف ہے مگر یہاں نصر بن عاصم بصری ہے جو ثقہ ہے تفصیل کے لیے تہذیب التہذیب وغیرہ ملاحظہ ہوں۔'' [فتاویٰ اہلِ حدیث:۱/۴۷۶]

☆☆☆☆

مولانا عبدالجبار سلفی

تبصرہ وتعارف

نام کتاب: **مرصاد** (جاوید احمد غامدی کے نظریات کا علمی جائزہ)

تالیف: مفتی امداداللہ عبدالقیوم صفحات: چارسو پینتالیس (۴۴۵)

ناشر: ادارۃ التحقیق، منگھوپیر روڈ کراچی 0333-3013107

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ دین اسلام کو جتنا نقصان اندرونی فتنوں اور جز وقتی فرقوں سے پہنچا ہے' اُتنا نقصان بیرونی دشمنوں سے نہیں پہنچا۔ اوراس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اپنی تربیت وتزکیہ کیے بنا جب کوئی شخص اپنے مطالعہ کے نتیجہ کو بطور ''تحقیق'' یا ''اُصول'' بنا کر پیش کرتا ہے تو وہ مستقل فتنے کے بیج بو دیتا ہے۔ جو اپنے برگ وبار سے کئی ان لوگوں کو اسلام کی اساسی تعبیرات وتفہیمات سے برگشتہ کر دیتا ہے جو براہ راست اہل علم کی صحبتوں اور کتابوں سے کما حقہ مستفید نہیں ہو سکتے۔ ہمارے ہاں یہ المیہ اب لاعلاج مرض کا روپ دھار چکا ہے کہ جس کا جی للچاتا ہے وہ فوراً اسلام پہ اپنی طبع آزمائی شروع کر دیتا ہے۔ اور ہمارے عوام کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ انہیں شورش زدہ ماحول میں اگر جذباتیت اور اشتعال انگیز لب لہجے سے اگر آگ میں جھونک دیا جائے تو بسر وچشم فیصلہ قبول کر لیتے ہیں، اور اگر انہیں عقائد، اعمال، معاملات، اخلاقیات وغیرہ کو دین کی روشنی میں پرکھنے، جانچنے کی دعوت دی جائے تو یہ بڑے سے بڑے عالم کو بیک بنی ودوگوش واپس لوٹا دیتے ہیں۔

فرقہ واریت کو ہوا دینے، مسائل واحکام کو اپنی ناقص عقل کی خراد پر چڑھانے اور امت کو قرآن و سنت کی روح سے بیزار کر کے ان کے نفس امارہ کو بیدار کرنے والوں میں سے ایک معروف نام ''جاوید احمد غامدی'' بھی ہے۔ غامدی صاحب اوائل عمر ہی سے منفی کاموں اور متضاد سوچوں پہ پہرہ دینے کے شوقین رہے ہیں، مثال کے طور پر جب یہ ادارہ معارف اسلامی میں بطور ڈائریکٹر تعینات تھے اور مودودی صاحب کے معتمد علیہ جانے جاتے تھے، تب انہوں نے ایک مستقل منصوبے کے تحت امین احسن اصلاحی صاحب اور مودودی صاحب کے مابین تلخی پیدا کر دی تھی، جس کی ایک طویل رُوداد جماعت اسلامی لاہور کے سابق سیکرٹری جنرل سمیع اللہ بٹ صاحب نے قلمبند کر کے ''فرائیڈے اسپیشل'' کراچی، ''البرہان'' لاہور اور دیگر جرائد میں شائع کروائی ہے۔ اور وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر مبصر سے کسی درجہ میں اتفاق کیا جائے تو یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ غامدی صاحب کو اسلافِ امت سے بدظنی کا سبق مودودی صاحب اور امین احسن اصلاحی صاحب سے ہی ملا تھا۔ امین احسن اصلاحی صاحب اپنی نجی مجالس میں حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو ''حیض ونفاس کے مسائل والا عالم'' کہہ کر استخفاف کرتے تھے، اور اپنی علمی تعلّی کو

ایسے خفیف تبصروں سے تسکین دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم کو ''نافع'' نہ بنایا، اور وہ محدود حلقہ کے اپنی دانش کے تندور میں لایعنی تبصروں کے نان روٹیاں لگاتے دنیا سے چلے گئے۔

جماعتِ اسلامی سے غامدی صاحب کا اخراج، اور مودودی صاحب کی جانب سے **''فاخرج منها''** کا پروانہ ملنے کے بعد یہ کھل کر اُنہی نظریات کا پرچار کرنے لگے جن کی ابتدا متحدہ ہندوستان میں سرسید احمد خان سے ہوتی ہوئی بتدریج عبداللہ چکڑالوی، مولوی حشمت علی اور غلام احمد پرویز تک مختلف رُوپوں میں باعث خلفشار رہی۔

زیرتبصرہ کتاب جو ''مرصاد'' کے نام سے شائع ہوئی ہے، اس میں بھی فاضل مؤلف نے جاوید حمد غامدی کے اُن متصادم عقل و نقل نظریات کو موضوع بحث بنایا ہے، جو آج غامدی صاحب کی پہچان بنے ہوئے ہیں، اور احساس کمتری کا شکار چند مخصوص افراد اُن کو علماء امت کے تقابل میں لاکر بزعم خود غامدی صاحب کو مجتہد، مفکر یا اسکالر بنا کر پیش کرتے ہیں۔

ساڑھے چارسو (۴۵۰) صفحات کی اس کتاب کو پانچ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ اور علمی وشعوری انداز میں غامدی صاحب کے خودساختہ اجتہاد سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ باب اول میں سنت کی شرعی عظمت، شرائط اجتہاد اور اجماع کا ثبوت وزنی دلائل کے ساتھ ثابت کر کے ان کے مقابلہ میں غامدی صاحب کے غلط نظریات کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ باب دوم میں غامدی صاحب کی کتاب ''میزان'' میں دیئے گئے سنت کے خودساختہ اصولوں کو سنت کی تعریف، حکم، تواتر اور تعیین جیسی اصطلاحات کے ذریعہ توڑا گیا ہے۔ تیسرے باب میں غامدی صاحب نے 'مبادی تدبر قرآن' کے تحت جن چند امور کا اندارج کر کے اپنے محدود فہم کے تحت لفظی جگالی کی ہے، فاضل مؤلف نے اس کا بالتفصیل جائزہ لیا ہے۔ اور یہ باب کتاب کی اہم نگارشات پر مشتمل ہے۔ چوتھے باب میں مبادی تدبر حدیث، اخبار احاد کے متعلق غامدی صاحب کی سوچ، قرآن کی روشنی میں حدیث اور سنت کی جدا جدا تعریف، نیز پانچویں اور آخری باب میں غامدی صاحب کے متفرق نظریات، رجم کے متعلق ان کے ہوائی ڈھکوسلے، عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام، مرتد کی شرعی سزا، اور خلفائے راشدین کے ادوار میں ان سزاؤں کے نفاذ پر منصفانہ بحث فقہائے اسلام کی عبارات کی علمی توضیح وتشریح کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام کے مربوط و مسلسل نظامِ علم و عمل کے سامنے جناب غامدی صاحب بالکل تن تنہا اپنا مردہ چراغ لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

کتاب ''مرصاد'' اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل قدر کتاب ہے، آئندہ طباعت میں اگر چند چیزوں کا اہتمام فرمالیا جائے تو کتاب کی افادیت مزید بڑھ جائے گی۔ مثلاً: ا۔ کتاب کو متقدمین کی عبارات سے مزین کر کے جو چند حوالہ جات درج کیے گئے ہیں، اُنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مؤلف مصادر

منابع سے کام لینے کا ہنر جانتے ہیں، چنانچہ اگر وہ اگلی طباعت میں زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع فرمادیں تو علماء کرام کے لیے کافی حدتک آسانی ہوجائے گی۔۲۔ معترض کے اعتراضات درج کرنے اور اپنے جوابات پیش کرنے میں فرق کو نمایاں کردیا جائے۔ تاکہ حریف کا مکمل موقف سامنے آئے۔ اور پڑھنے والا جوابات میں تشنگی محسوس نہ کرے۔۳۔ کتاب کے ثقیل نام اور مدرسانہ اسلوبِ تحریر کو عوامی انداز میں ڈھال لیا جائے تاکہ عام لوگ بھی اس قیمتی مجموعہ سے استفادہ کرسکیں۔

مجموعی اعتبار سے غامدی افکار و نظریات کو سمجھنے اور ان کی تردید میں دلائل جمع کرنے میں کتاب ھٰذا ''ردِ غامدیت'' کے سلسلہ کی ایک اہم کتاب ہے، جو علماء کرام اور دیگر علمی ذوق رکھنے والوں کو جلد از جلد حاصل کرلینی چاہیے۔ کتاب کو خوبصورت ٹائٹل سے آرستہ کیا گیا ہے، کاغذ بھی مناسب لگایا گیا ہے، جلد اور بائنڈنگ مضبوط ہے، جبکہ قیمت درج نہیں ہے۔ دیئے گئے پتے اور فون نمبر پر رابطہ کرکے شائقینِ علم کتاب ھذا حاصل کرسکتے ہیں۔ ☆☆☆☆

کتاب کا نام: ماہ نامہ سلوک واحسان کراچی کا **سیرۃ النبی نمبر** صفحات: ۱۲۸

ملنے کا پتہ: معہد الخلیل الاسلامی 445/3 بہادرآباد، کراچی **021-34938998**

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں عرصہ ۳۲ سال سے ایک ماہانہ رسالہ ''سلوک واحسان'' کے نام سے جاری ہے، اس کا اجراء مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمہ اللہ نے کیا تھا جو اَب بھی باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ اپنے وقت پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

زیرِ نظر شمارہ ''سیرۃ النبی ﷺ'' کے بابرکت عنوان سے پیش کیا گیا ہے، جس میں مطالعہ سیرت کی اہمیت، نبی علیہ السلام کی حقانیت، اسوۂ حسنہ کی جامعیت، تبرکات کا مقام، خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات، نبی علیہ السلام کی سماجی زندگی، عائلی زندگی کے چند روشن نمونے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نفسیات دان، عشق رسول کا پیمانہ اور اس کے تقاضے، ادعیہ ماثورہ کی تاثیر اور نبوی تعلیم وتربیت جیسے ایمان افروز عناوین پر مشتمل اکابرین امت کے علمی و نورانی مقالات جمع کردیئے گئے ہیں۔ اس اہم شمارہ کو اگر اس مقدس و مطہر موضوع کی درجنوں ضخیم کتابوں کا خلاصہ کہہ دیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

وہ طلبہ جو اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے کتب بینی کے لیے وقت نہیں نکال سکتے، اُن کے لیے یہ کتاب کسی تحفہ سے کم نہیں۔ انتہائی قیمتی کاغذ اور جاذبِ نظر سرورق کے ساتھ منصۂ شہود پر آنے والا یہ شمارہ قاری کو اپنی جانب مقناطیس کی طرح کھینچتا ہے۔ نفیس کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور حُسن طباعت کے تمام تر معیارات پر پورا اُترنے والی یہ کتاب صرف ۲۵ روپے میں دستیاب ہوسکتی ہے۔ اصحابِ ثروت اس کے زیادہ سے زیادہ نسخے خرید کر احباب میں تقسیم کرکے اس خوبصورت عمل میں شریک ہوسکتے ہیں۔ ☆☆

جناب سید سیف الرحمٰن شاہ مدظلہ [حفید : حضرت پیر خورشید رحمہ اللہ]

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم

حضرت مولانا پیر خورشید صاحب ہمدانی رحمہ اللہ [قصبہ عبد الحکیم] کے حالات

حضرت مولانا پیر خورشید احمد شاہ ہمدانی رحمہ اللہ نے ۱۹۶۵ء میں قصبہ عبد الحکیم میں سکونت اختیار کی اور جگہ خرید کر جامع مسجد تعمیر کی اور ساتھ ہی مدرسہ محمود العلوم قائم کیا۔ اور سالکین کو درس قرآن دینا شروع کیا۔

اور آپ سے جو بیعت کا تعلق رکھتے تھے، اُنہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مسنون اذکار کی تعلیم دیتے۔

قصبہ عبد الحکیم میں قیام کے دوران آپ نے اجتماعی ذکر بالجہر کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا بلکہ انفرادی اذکار بتلاتے تھے۔ اوراسی طرح آپ علاقہ بھر اور ملک بھر میں سلسلہ سے تعلق جوڑنے والوں کو مسنون اذکار بتایا کرتے تھے۔

سید سیف الرحمٰن

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ......۱۶/مئی ۲۰۱۹ء

ناظم: جامعہ محمود العلوم، مسجد حضرت پیر خورشید احمد شاہ ہمدانی

قصبہ عبد الحکیم، تحصیل کبیر والا، ضلع خانیوال

آنکھوں دیکھا حال:

جناب سید سیف الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ ابن حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن شاہ صاحب رحمہ اللہ ۱۰/رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶/مئی کو چکوال تشریف لائے۔

اُن سے اُن کے دادا جان حضرت پیر خورشید شاہ صاحب ہمدانی رحمہ اللہ کے عبد الحکیم شہر میں آمد اور مدرسہ کے قیام کے بارے دریافت کرنے پر مذکورہ واقعہ اُنہوں نے بیان کیا۔ اور تحریر اپنے دستخطوں سے عنایت فرمائی۔

عبد الوحید الحنفی، مدنی جامع مسجد، چکوال

☆......☆......☆......☆

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

اجتماعی ذکر کی مجالس اور اس کے لیے تداعی

سوال: بعض علاقوں میں ذکر کی مجالس کا خوب غلغلہ چل نکلا ہے، اور ماہانہ یا ہفتہ واری تاریخ متعین کر کے ذکر کی مجالس منعقد کرائی جاتی ہیں۔ اور ان مجالس میں شرکت کی دعوت کے لیے اشتہارات و بینر وغیرہ کے ذریعہ خوب تشہیر کی جاتی ہے۔

پھر مجلس ذکر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ شیخ بآواز بلند کلماتِ ذکر کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے بعد مجمع اجتماعی طور پر شیخ کے ادا کردہ کلمات کو دوہراتا ہے۔

بعض علماء نے ان مجالس کی مذکورہ کیفیت پر اعتراض کیا تو قائلین کی جانب سے جواب دیا جاتا ہے کہ: ذکر کا یہی طریقہ اسلاف سے منقول ہے۔ اور دیوبند، سہارنپور و رائے پور وغیرہ کی خانقاہوں میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔

جبکہ اعتراض کرنے والے علماء کا کہنا ہے کہ: اشتہارات و اعلانات کے ذریعہ تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی اجتماعی مجالس کو اکابر دیوبند نے بدعت قرار دیا ہے۔ اور دیوبند، سہارنپور و رائے پور وغیرہ خانقاہوں میں کہیں بھی یہ مذکورہ طریقہ رائج نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا پورے اہتمام و تداعی کے ساتھ ذکر کی مذکورہ مجالس منعقد کی جاسکتی ہیں؟ نیز کیا اکابر علماء دیوبند نے اس طرح کی مجالس کو بدعت قرار دیا ہے۔ اور دیوبند، سہارنپور وغیرہ میں بھی محافل ذکر کا یہی طریقہ رائج ہے؟

چونکہ اس صورت حال کی وجہ سے بعض جگہ کافی انتشار کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، اس لیے صاف و صریح جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔ والسلام......ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ

جواب: اسلاف سے اجتماعی ذکر بطور علاج و تربیت ثابت ہے، اِس طور پر کہ لوگ اپنا اپنا انفرادی ذکر کریں، لیکن یہ طریقہ کہ شیخ کے ادا کردہ کلمات کو مجمع دہرائے ثابت نہیں، اس لیے یہ طریقہ صحیح نہیں۔ اسی طرح اشتہارات و بینر وغیرہ کے ذریعہ تشہیر کرنا بھی مناسب نہیں۔ فقط، واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۵/ جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ......الجواب صحیح وقار علی غفرلہ، ۵/ جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ......الجواب صحیح محمد نعمان سیتاپوری غفرلہ، ۱۴۴۰/۵/۸ھ ☆☆

یا اللہ مدد — لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — حق چار یار

رضا خانی عقائد کے حامل شیخ محمد بن علوی مالکی اور جناب صوفی محمد اقبال مرحوم کے زیر اثر

مجالس ذکر اللہ کے نام پر

علماء دیوبند کے خلاف سازشیں

بجواب مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں

ترتیب

خادم اہل سنت

عبد الرحیم چار یاری

پسند فرمودہ

جانشین حضرت اوکاڑوی وکیل احناف

مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

خلیفہ مجاز

مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسینیؒ

مقدمہ

جانشین فقیہ العصر

مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز

رئیس العلماء شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خانؒ

۱۔ اجتماعی ذکر کی مجالس کی شرعی حیثیت

۲۔ مروجہ مجالس ذکر، اکابر دیوبند کی نظر میں!

۳۔ کتاب ''مجالس ذکر اللہ کے خلاف سازشیں'' کا تحقیقی جائزہ

۴۔ علوی مالکی و اقبالی گروہ کی خدمت میں!

ناشر جامعہ حنفیہ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

0321-7837313
0307-5687800